Regd. no P. 67

رجسٹرڈ نمبر ڈی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہفت روزہ
بدر
قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳-۵۰ روپے
ممالکِ غیر
۷-۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۱ | ۸ تبلیغ ۱۳۴۱ہش | ۲ رمضان ۱۳۸۱ھ | ۸ فروری ۱۹۶۲ء | نمبر ۶

اخبار احمدیہ

ربوہ ۳ فروری (بوقت ۹ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل شام حضور کو کچھ بے چینی کی تکلیف رہی اس وقت طبیعت اچھی ہے کل
حسب معمول حضور سیر کے لئے تشریف لے گئے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۶ فروری۔ مکرم سیٹھ یوسف احمد الہ دین صاحب سکندر آباد (دکن) سے مورخہ ۲ فروری کو یہاں تشریف لائے اور چار روز یہاں قیام کے بعد آج واپس تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے منزل مقصود تک پہنچائے۔ آمین۔

قادیان ۶ فروری۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

آٹھ سیاروں کا اجتماع

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

ذیل کا مضمون ہمیں ایسے وقت موصول ہوا جبکہ یکم فروری کا پرچہ طبع ہو کر پوسٹ ہو چکا تھا۔ اب ایک ہفتہ مزید گزر جانے کے باعث اس میں بیان شدہ بعض باتیں زمانہ ماضی کا حصہ بن چکی ہیں تاہم یہ مضمون دلچسپ اور معلومات افزا ہے اسلئے ہم نے اس میں تغیر و تبدل کو مناسب نہیں سمجھا اور جوں کا توں شائع کر دیا ہے ―― (ادارہ)

اس امید پر کہ ہم اور ہمارے قارئین ۵ فروری کے بعد بھی اس دنیا میں زندہ رہیں گے۔ ہم یہ سطور قلمبند کر رہے ہیں نجومی ایک عرصہ سے یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ۶۲ء کا فروری جب آئے گا تو اپنے ساتھ ہلاکت۔ تباہی اور بربادی کا زبردست پیغام بھی لائے گا۔ بعض اخبار اور اکثر مذہبی حلقے نجومیوں کی اس پیشگوئی سے متاثر ہیں۔ ہندوؤں کی طرف سے ملک کے طول و عرض میں بڑے بڑے یگیوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ آسمانی دیوتاؤں کے خوفناک عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے زمینی دیوتاؤں کو دعوت دی گئی ہے۔ مسلمانوں کے بعض مذہبی فرقوں پر بھی گھبراہٹ طاری ہے۔ مسجدیں کچھ زیادہ آباد ہو رہی ہیں۔ جماعت بوہرہ کے داعی مطلق نے بھی اس دن اپنے پیروؤں کو اپنے بچوں کے ساتھ رہنے کی تاکید کی ہے۔

نجومیوں کی پیشگوئی یہ ہے کہ فروری میں ایک متمدن اور جمہوری ملک پر کوئی زبردست فوجی طاقت حملہ آور ہوگی۔ اور اسے اعلانِ جنگ پر مجبور کیا جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں دنیا پر آگ اور خون کی بارش ہوگی۔ یہ پیشگوئی اس ماحول میں کہ ہم کل ہی یوم جمہوریہ کا بارہواں جشن نہایت دھوم دھام سے منا کر فارغ ہوئے ہیں۔ اور اسی فروری میں ہمارے ملک کا تیسرا عام چناؤ ہونے والا ہے [illegible] جا رہی ہے

کیا ہم سچ مچ اس جشن مسرت کے ایک ہفتہ بعد ہی وادیٔ مرگ میں دھکیلے جائیں گے؟ یہ ایک سوال ہے جو ہر ہوش مند انسان کے سامنے ہے۔

نجومیوں نے اپنا زائچہ دیکھ کر ہمیں یہ بتایا ہے کہ ۳ اور ۵ فروری ۶۲ء کو آٹھ مشہور سیارے ایک برج میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ ان سیاروں کے نام یہ ہیں:-

۱- سورج
۲- چاند ―― نئی تحقیق کے مطابق یہ کوئی مستقل سیارہ نہیں بلکہ یہ زمین کا تابع سیارہ ہے۔
۳- زمین
۴- عطارد
۵- مریخ
۶- مشتری
۷- زہرہ
۸- زحل ―― ہندو نجومیوں کے زائچے میں یہ سیارہ منحوس کہلاتا ہے۔ مگر بعض پنڈت کہتے ہیں کہ اس اجتماع ہشت سیارگان کے بعد بعض کے لئے یہ سیارہ منحوس کی بجائے مسعود ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ سیارے آہستہ آہستہ ایک برج میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اس اجتماع کی ابتداء اکتوبر ۱۹۶۱ء سے ہوئی۔ ۲۰ اکتوبر کو زحل اور مشتری کا اجتماع ہوا۔ پھر جنوری ۶۲ء میں عطارد۔ سورج۔ زہرہ اور مریخ بھی اسی برج میں داخل ہو گئے۔ اب ۳ فروری کو چاند بھی اسی برج میں داخل ہو جائے گا۔ اور ۵ فروری کو سورج زمین اور چاند ایک ہی لائن پر ہوں گے

ستاروں کے خواص

نجومی کہتے ہیں کہ یہ سیارے جو ایک ہی برج میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ان کی تاثیریں الگ الگ ہیں۔ ان میں بعض خوفناک اور تباہی کے سیارے ہیں۔ وہ ان سیاروں کے خواص اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۱- زحل ―― دشمن جمہوریت
۲- مریخ ―― غضب۔ جلال۔ فوجی طاقت
۳- سورج ―― دستوری ملک
۴- مشتری ―― وہ ملک جو قدیم تہذیب کا نمائندہ ہے۔ تحمل۔ بردباری۔
علم۔

ان چاروں سیاروں میں زحل و مریخ تباہی کی علامت ہیں۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان دونوں سیاروں کے باعث ایک امن پسند علم دوست اور ایک پرانے متمدن ملک پر تباہی آئے گی۔ اور یہ دونوں ملک ہندوستان و امریکہ ہیں۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ ۵ فروری کو جب چاند بھی اس برج میں داخل ہو جائے گا تو ہندوستان میں وہی صورت پیدا ہو جائے گی جو تین ہزار برس قبل مسیح پیدا ہوئی تھی۔ اور جس کے نتیجے میں مہابھارت نام کی عظیم جنگ ہوئی تھی جس کو بعض لوگ ایک عالمگیر جنگ قرار دیتے ہیں۔

۱۸۸۰ء میں چھ سیاروں کا اجتماع

اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سیارے اکثر ایک برج میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ ہم احمدیوں کے لئے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ۹ اپریل ۱۸۸۰ء کو بھی جس کے ٹھیک دو سال بعد یعنی مارچ ۱۸۸۲ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ماموریت کا دعویٰ کیا۔ چھ سیارے ایک برج میں اکٹھے ہوئے تھے۔ یعنی سورج۔ چاند عطارد۔ زہرہ۔ مشتری اور زحل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا دور "دور مشتری" قرار دیا ہے۔ جو علم۔ تحمل اور امن کا سیارہ کہلاتا ہے۔ اس اجتماع میں اگر زحل نہ ہوتا جو "دشمن جمہوریت" کہلاتا ہے تو شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی راہ میں اتنی مشکلات پیدا نہ ہوتیں۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ضروری اعلان

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ چونکہ نیا سال شروع ہو چکا ہے اس لئے اس سال کا پروگرام جملہ جماعتوں کی اطلاع کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ جماعتوں کو پہلے سے زیادہ جوش کے ساتھ نئے سال کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مرکزی پروگرام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے اپنے ہاں اس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنایا جائے۔

۱- یوم مصلح الموعود ―― ۲۰ فروری
۲- یوم مسیح موعود علیہ السلام ―― ۲۳ مارچ
۳- یوم پیشوایانِ مذاہب ―― ۲۲ اپریل
۴- یوم خلافت ―― ۲۷ مئی
۵- یوم سیرت النبی صلعم ―― ۱۴ اگست
۶- یوم التبلیغ ―― ۲۱ اکتوبر

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ماما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۸ر فروری ۱۹۶۲ء

ماہ صیّام کا آغاز

ماہ صیام اپنی برکتوں کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ احباب جماعت کو اس کی گوناگوں برکتوں سے وافر حصہ پانے کی سعادت بخشے اور اس مبارک مہینہ کو اسلام و احمدیت کے لئے ہر طرح بابرکت کرے۔ آمین

"روزہ" کسی نہ کسی شکل میں قریباً سبھی مذاہب میں موجود ہے۔ لیکن اسلام نے اس پر خصوصیت سے زور دیا ہے۔ اور اس کے متعلق تفصیلی احکام میں اس کی ظاہری شکل کے قیام کے ساتھ اس کی باطنی غرض و غایت کو پورا کرنے اور اس سے فوائد کے حصول کی بھی تاکید کی گئی ہے جس کے ماتحت اسلامی نقطۂ نگاہ سے سال بھر میں ایک ماہ لگاتار روزوں کے التزام کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اے مسلمانو! جس طرح تم سے پہلی شرائع کے ماننے والوں کے لئے روزے مقرر ہوئے۔ اسی طرح تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ تا تم تقویٰ اللہ کو پالو!!

تقویٰ جسے روزے کی غرض و غایت قرار دیا گیا ہے۔ کیا ہے؟ علماء کرام نے اس کی بڑی لمبی چوڑی تشریحات کی ہیں۔ اور حقیقت میں یہ لفظ ہے بھی ایسا ہی!! لیکن مختصر اور سادہ الفاظ میں اگر اس کا مفہوم متحضر کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جاننا"۔ بس یہ ہے نقطۂ مرکزی تقویٰ کا۔ پھر ہر شخص کا تقویٰ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اس کی معرفت اپنے اپنے ظرف اور رسی کے مطابق بالکل جداگانہ ہے۔ جوں جوں کوئی شخص معرفت الٰہی میں بڑھتا ہے۔ اس کے مطابق عملی میدان میں اس کا تقویٰ بھی آگے قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اسلئے کہا گیا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کہ وہ چیز جسے عام نیکو کار "نیکی" قرار دیتے ہیں۔ وہی مقربین بارگاہ الٰہی کے بلند معیار کے لحاظ سے ایک گونہ برائی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی باطنی معرفت اور قرب الٰہی کے سبب ذات باری تعالیٰ کو نسبتاً مقابلتہً زیادہ پہچانتے ہوتے ہیں اسلئے جو قدم بھی وہ اٹھاتے ہیں بڑا ہی پھونک پھونک کر اور بڑی احتیاط کے ساتھ۔!!

بایں ہمہ ہر ایک کیلئے روزے کی ظاہری شکل و صورت کا التزام کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے جو سحر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے رکے رہنے سے مکمل ہوتی ہے۔

اور جہاں تک روزے کے معنوی پہلو کا تعلق ہے وہ ماہ صیام کے اپنے نام سے واضح ہے۔ "رمضان" کے لغوی معنے گرمی اور تپش کے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا متلاشی جب تک اپنے اندر جدو جہد کی غیر معمولی تپش اور گرمی پیدا نہ کرے (جو نیک اعمال میں شغف اور زیادہ انہماک اور کم و کیف میں اضافہ کے ساتھ ہی ممکن ہے) رمضان کے حقیقی اغراض و مقاصد کو پا نہیں سکتا۔!! اور ظاہر ہے کہ روزے کا التزام اس قسم کی روحانی تپش اور حرارت کو بڑھاتا اور اس میں اضافہ کرتا ہے!!

چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي
أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى
لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ
الْهُدَى فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (بقرہ)

یعنی رمضان کا وہ مبارک مہینہ ہے جس کی برکات عظیمہ کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت جوش میں آئی اور بیک وقت تعلق باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لئے آپ کی بیقراری ایسی بڑھی کہ اس مبارک مہینہ میں قرآن پاک کی وحی کے نزول کا آغاز ہوا جو (اس وقت) دنیا کے تمام لوگوں کیلئے ہدایت اور واضح نشانات کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہر مقیم شخص پر اس مبارک مہینہ کے روزوں کا التزام فرض ہے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا اَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ کہ روزوں کی پابندی تمہارے لئے ہر طرح خیر و برکت کا موجب ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور اس کا احسان ہے کہ ہماری زندگیوں میں یہ بابرکت مہینہ پھر آیا اور ہمارے لئے روحانی ریاضت کے سامان ہوئے خدا کرے کہ ہم ان مبارک ایام میں زیادہ سے زیادہ فوائد کو حاصل کریں!!

یہ بات بڑی ہی عجیب اور پر لطف ہے کہ جوں جوں یہ مبارک مہینہ گذرتا جاتا ہے اس کی برکات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی مثال اس دریا کی سی ہے جو اپنے آغاز کے وقت تو اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے کر چلتا ہے لیکن جوں جوں آگے بڑھتا ہے رستے کے ندی نالے اس میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور بالآخر وہی دریا ایک بڑا ذخیرہ آب اپنے ساتھ لے کر سمندر میں جا گرتا ہے ——— یہی حالت رمضان المبارک کی ہے۔ ہر شخص اگر چاہے تو ذاتی طور پر اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ رمضان کی ایسی غیر معمولی بڑھتی ہوئی برکات کے سبب اس کے آخری عشرہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ بڑی عظمت اور بزرگی کی رات (لیلۃ القدر) کی نشاندہی بھی رمضان کے اسی آخری عشرہ میں کی گئی ہے۔ اور ان مبارک ایام میں اس کی تلاش اور حصول کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔

آیت مذکورۃ الصدر جس میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کے نزول کا آغاز اس مبارک مہینہ یعنی رمضان میں ہوا ہے۔ اسی آیت میں بطور اشارۃ النص اس بات کو بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ اس مبارک مہینہ کو تلاوت قرآن پاک کے ساتھ روحانی نتائج کے لحاظ سے ایک گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں اس بات کا ذکر آتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قرآن کریم کے ایک یا دو دور فرمایا کرتے تھے۔ پس رمضان کے آغاز کے ساتھ احباب جماعت کو اس روحانی نکتہ کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور حسب توفیق و گنجائش وقت ہر روز ایک مقررہ مقدار قرآن پاک کی تلاوت کی اپنے پر فرض کر لی جائے۔ اور ساتھ کے ساتھ اس کے معانی اور مطالب پر بھی نگاہ رکھی جائے۔

کلام پاک کی تلاوت کی برکات تو اس قدر ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی معذوری کے سبب اس کے معانی سے پورا واقف و آگاہ نہیں اور صرف ناظرہ تلاوت ہی کر سکتا ہے تو اس کا ہی التزام کرے اور اس سلسلہ میں سستی نہ دکھائے۔ کیا معلوم کہ اس کی بے انتہا برکات کس رنگ میں، اس کی روحانی اصلاح اور دینوی بہبود کا باعث بننے والی ہوں!!

اسی طرح سنت نبوی سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدقہ و خیرات کا التزام فرماتے۔ اگرچہ تمام ماہ میں بھی آپ کا دست سخاوت بہت کشادہ تھا لیکن ماہ رمضان میں تو اس میں غیر معمولی اضافہ دکھائی دیتا۔ بلکہ حدیث کے الفاظ میں تیز ہوا بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے مومنوں کو اس رنگ میں بھی حسب توفیق اسوہ نبوی کی اقتداء کی ضرورت ہے

بہر حال جیسا کہ اس مہینہ کی تمام تر غرض و غایت عرفان باری میں ترقی اور قرب الٰہی کا حصول ہے تو ایک سچے عاشق کی طرح ہر ممکن ذریعہ کو کام میں لانے کی بے حد ضرورت ہے۔ کیا معلوم کہ کونسا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کے دروازے کو کھول دینے کا موجب ہو۔

الغرض اب جبکہ ہماری زندگیوں میں رمضان کا بابرکت مہینہ ایک بار پھر آ گیا ہے۔ اسلئے آؤ ہم سب اس کی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔ بالخصوص جبکہ یہ قلیل ہیں کہ وہ جلد جلد گزرتے جاتے ہیں۔ ان کی برکات کو سمیٹنے کیلئے ہمیں پوری کوشش کریں اور یہ کوشش ممکن ہے:-

- ● — روزہ کے ظاہری احکام کی رعایت و التزام کے ساتھ
- ● — قرآن کریم کی سوچ سمجھ کر تلاوت کرنیکے ساتھ
- ● — پنجگانہ باجماعت نمازوں کی پابندی اور تہجد گذاری کے ساتھ
- ● — ہر وقت انقطاع الی اللہ اور دعاؤں میں زیادہ انہماک کے ساتھ

یہ ہے خلاصہ اس مبارک مہینہ میں عملی پروگرام کا۔ اور یہ ہیں رمضان شریف کے مبارک ایام میں کھڑی کی جانے والی ایک روحانی عمارت کے لئے چار دیواریں جو اگر مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو جائیں تو آسمان سے برکات الٰہیہ اور رحمت خداوندی نازل ہو کر چھت کا کام دیگی خدا کرے ان برکتوں کے وارث بننے والوں میں ہم عاجزوں کا بھی شمار ہو اور اس کی رحمت بے پایاں جن خوش قسمتوں پر وسیع ہو۔ ان میں شامل ہوں!! وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ آمین بجاھک یارب العظیم۔

اس کے ساتھ ہی احباب کرام کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ اس بابرکت مہینے میں مومنوں کی دعائیں خاص طور پر مقبول ہوتی ہیں اور گویا اللہ تعالیٰ عرش سے اتر کر مومنوں کے سروں پر اپنی رحمت اور قرب کا سایہ کر دیتا ہے۔ ان ایام میں خاص طور پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کیلئے اور جماعت کی ترقی کیلئے مومن دعائیں کی جائیں۔ اور چونکہ اس بابرکت مہینے میں روزے کی ابتداء ایسے وقت میں ہوتی ہے جو تہجد کا وقت ہوتا ہے اور تہجد کے وقت کی دعائیں نسبتاً زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اسلئے احباب جہاں سحری کے وقت تہجد کا التزام کریں وہاں نماز تہجد میں سوز و گداز کے ساتھ دعائیں کی جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ احمدیت اور اسلام کو ترقیات بخشے اور امن عامہ کو ان خطرات سے محفوظ رکھے جو اس وقت سیاسی انتشار کی وجہ سے فضاؤں میں منڈلا رہے ہیں ⁂

رمضان المبارک میں درس القرآن اور نماز تراویح

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہو چکا ہے نظارت تعلیم و تربیت کیطرف سے امسال بعد نماز ظہر سے عصر تک مسجد اقصیٰ میں درس القرآن کا انتظام کیا گیا ہے! اور رات کیوقت ہر سہ مساجد میں نماز تراویح کا اہتمام کیا گیا ہے جسب ذیل تفصیل کے مطابق درس القرآن اور نماز تراویح کا التزام ہوگا احباب استفادہ فرمائیں

درس القرآن

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب۔ سورہ فاتحہ تا سورہ نساء

۲۔ مکرم مولوی عبد القادر صاحب دانش۔ ،، مائدہ تا ،، کہف

۳۔ مکرم مولوی محمد عمر صاحب مالاباری۔ ،، مریم تا ،، حج

۴۔ مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی ،، مومنون تا ،، عنکبوت

۵۔ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری سورہ روم تا آخر سورۃ الناس کا درس دیں گے

نماز تراویح

مسجد مبارک میں بوقت سحر۔ مکرم حافظ سخاوت علی صاحب

مسجد اقصیٰ میں بعد نماز عشاء۔ مکرم حافظ امام الدین صاحب

مسجد ناصر آباد میں بعد نماز عشاء۔ مکرم قاری حافظ محمد حلیم الدین صاحب قیصر

(ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

خطبہ جمعہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کی ہمدردی میں عدیم المثال قربانیاں پیش فرمائیں

آپ پر سچا ایمان رکھنے والوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی روحانی استعداد کے مطابق ان قربانیوں میں حصہ لیں!

آیت قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین کی نہایت لطیف اور پُر معارف تفسیر

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۶ر اگست ۱۹۴۹ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو رؤیا میں دیکھا تھا کہ

"بہت سے لوگ جمع ہیں اور میں ان کے سامنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر تقریر کر رہا ہوں اور آیت قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین کو لے کر اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہوں اور لوگوں سے کہتا ہوں دیکھو قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلو بیان ہوئے ہیں اس کے بعد خواب میں ہی میں کئی دفعہ بیدار ہوا اور سویا اور جب میں بیدار ہوتا تو دیکھتا کہ میں قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین پڑھ کر تقریر کر رہا ہوں اس طرح ساری رات سونے سے اٹھنے تک یہی ہوتا رہا کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر تقریر کر رہا ہوں مگر میری تقریر قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی کے گرد ہی چکر کاٹتی رہتی ہے۔"

حضور نے اس وقت فرمایا:-

"اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر اس آیت کے مطالب کو میرے قلب میں داخل کر دیا ہے اور جب ضرورت ہوگی وہ ان کے مطالب کو میرے ذریعہ سے روشن فرمائے گا۔" (الفضل ۲۱ر اکتوبر ۱۹۴۶ء)

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ اس کے تین سال بعد ۱۹۴۹ء میں جب حضور کوئٹہ تشریف لے گئے تو وہاں حضور نے اس آیت کی تشریح میں پانچ خطبات پڑھے جن میں سے چار خطبات [illegible] چار خطبات الفضل مؤرخہ ۲۳، ۳۰ر دسمبر ۱۹۵۹ء اور ۶ر جنوری ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس سلسلہ کا یہ آخری خطبہ الفضل میں اب شائع ہوا ہے جسے احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ سابقہ چار خطبات اخبار بدر میں بھی علی الترتیب مورخہ ۳۱/۱۲/۵۹ و ۷/۱/۶۰ و ۱۴/۱/۶۰ اور ۲۱/۱/۶۰ کو شائع ہو چکے ہیں۔ (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین کی تلاوت کی اور اس کے بعد فرمایا:-

اس آیت کے تین حصوں کو میں بیان کر چکا ہوں۔ اب

چوتھا حصہ

رہ گیا ہے اور وہ "مماتی" ہے یعنی میری موت اللہ کے لئے ہے اور اس اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین یعنی سب جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ موت کے معنے جسمانی موت کے بھی ہوتے ہیں اور موت کے معنے مصیبت اور دکھ کے بھی ہوتے ہیں اور موت کے معنے ان حالات کے بھی ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے انسان اپنے اوپر خود وارد کر لیتا ہے اگر ہم موت کے یہ معنے کریں کہ وہ حالات جو میں اپنے اوپر وارد کرتا یا چاہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اس خدا کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ دنیا میں تمام انبیاء ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اپنی قوم اور اپنی ذات کے لئے دکھ اور مصائب اٹھائے۔ مگر میں پہلا شخص ہوں جس نے رب العلمین خدا کے لئے دکھ اور مصائب اٹھائے ہیں۔ میرا تکلیف اٹھانا کسی خاص قوم کے لئے نہیں تھا میرا تکلیف اٹھانا کسی خاص ملک کے لئے نہیں تھا

میری تکالیف اور دکھ سب دنیا کیلئے ہیں

اور جیسا کہ میں اپنے خطبات میں بتا چکا ہوں اس آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ساتھ ایسی قیود لگا دی گئی ہیں۔ جو دوسرے نبیوں کی قربانیوں میں بھی نہیں پائی جاتیں بجائے اس کے کہ دوسرے انسانوں کی قربانیوں میں وہ قیود پائی جاتی ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں آئے اور انہوں نے تکالیف برداشت کیں اور دکھ اٹھائے۔ مگر وہ تکالیف اور دکھ انہوں نے اپنی قوم کے لئے اٹھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑی قربانیاں کیں۔ مگر انہوں نے بھی وہ قربانیاں اپنی قوم کے لئے کیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی قربانیاں کیں مگر انہوں نے بھی وہ قربانیاں اپنی قوم کے لئے ہی کیں۔ گزشتہ انبیاء کو بنی نوع انسان کے مجموعی وجود کا احساس ہی نہیں تھا۔

بائیبل کو دیکھ لو

وہاں بار بار یہی آتا ہے "اے اسرائیل کے خدا" وہاں رب العالمین کا خیال نہیں پایا جاتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ خدا تعالیٰ کو رب العلمین نہیں مانتے تھے۔ بنی اسرائیل بھی خدا تعالیٰ کو رب العالمین مانتے تھے۔ لیکن رب العلمین کا جذبہ رب بنی اسرائیل کے جذبہ کے ماتحت تھا تورات یہ نہیں کہتی کہ بنی اسرائیل کے علاوہ باقی لوگ خدا تعالیٰ کی مخلوق نہیں وہ دوسرے لوگوں کو بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق ہی سمجھتی ہے لیکن وہ سمجھتی ہے کہ بنی اسرائیل دوسری مخلوق سے زیادہ شان والے ہیں۔ چنانچہ گو بائیبل خدا تعالیٰ کو بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری مخلوق کا بھی خدا خیال کرتی ہے مگر سوتیلے اور سگے کا فرق ضرور پایا جاتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ پہلے شخص تھے جو ایسے ملک میں پیدا ہوئے جس کے تعلقات باقی دنیا سے نہیں تھے۔ عرب باقی ساری دنیا سے کٹا ہوا تھا۔

عرب کے رہنے والے

باقی دنیا کے متعلق کوئی علمی اور یقینی خیال نہیں رکھتے تھے ان کے پاس کوئی تاریخ نہیں تھی۔ عرب کی دنیا عرب تک ہی محدود تھی۔ اگر وہ دوسری قوموں کے متعلق کوئی خیال رکھتے بھی تھے تو وہ صرف منافرت کا خیال تھا۔ عربوں میں تکبر اتنا پایا جاتا تھا کہ وہ سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں کوئی شے ہی نہیں۔ وہ صرف سیاسی برتری کو اپنے سے بالا سمجھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ رومی اور ایرانی حکومتوں کے برابر اور کوئی حکومت نہیں۔ گویا سیاسی نقطہ نگاہ سے تو عرب کو حقیر خیال کرتے تھے اور قومی نقطہ نگاہ سے وہ باقی دنیا کو عرب کے مقابلہ میں ذلیل خیال کرتے تھے۔ اسی طرح خواہ کوئی نقطہ نگاہ ہو۔ جغرافیائی ہو یا تاریخی وہ دنیا میں مساوات کا رنگ تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ قومی برتری کا خیال آتے ہی وہ

عرب کو دوسری قوموں سے بالا

سمجھتے تھے اور جب سیاست کا سوال آتا تھا وہ رومن اور ایرانیوں کے درباروں میں جا کر رومی اور ایرانی بادشاہوں کو حضور کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ انہیں سیاسی تفاخر کے متعلق کوئی حس نہیں تھی۔ وہ رومی اور ایرانی بادشاہوں کو بڑے فخر سے اپنا بادشاہ کہہ دیتے تھے۔ کیونکہ جب وہ ان کے درباروں میں جاتے تھے تو نذرانے لے جاتے تھے غرض نہ وہ جغرافیائی حیثیت سے ایک دنیا کے قائل تھے اور نہ قومی لحاظ سے وہ ایک دنیا کے قائل تھے۔ پھر جو لوگ رومن اور ایرانی درباروں میں جاتے تھے۔ ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ بالعموم یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے اپنے گھر کے اردگرد سو دو سو میل سے باہر قدم نہیں رکھا تھا۔ ان کے مقابلہ میں بنی اسرائیل قوم

ترقی یافتہ قوم

تھی وہ مصر میں رہتے تھے۔ اور ایسی قوم کے اقتدار میں رہتے تھے جن کی اپنی حکومت اور اقتدار تھا۔ پھر مصر ان دنوں سب سے زیادہ [illegible] ملک تھا۔ مصر۔ جو اس زمانہ یورپ افریقہ اور ہندوستان

وغیرہ دوسرے ممالک میں جاتے تھے اس کی بیرونی ممالک سے تجارتیں تھیں۔ اور مصری لوگ تجارتوں کے لئے باہر جاتے اور دوسرے ممالک سے سیاسی اور تمدنی تعلقات رکھتے تھے غرض مصر میں رہنے والی قوم باقی دنیا کے حالات سے غافل نہیں رہ سکتی تھی۔ مصری قوم اس زمانہ میں بڑی متمدن قوم تھی اور اس کے باقی ممالک سے وسیع تعلقات تھے جیسے آجکل انگلستان ہے۔ انگلستان سیاسی اور تمدنی طور پر ترقی کر چکا ہے کہ اس میں رہنے والا

دنیا کے حالات سے غافل

نہیں رہ سکتا۔ افغانستان میں رہنے والا غافل رہ سکتا ہے کیونکہ تمدنی اور سیاسی ترقی میں وہ بھی بہت پیچھے ہے یہی حالت عرب کی مصر کے مقابل میں تھی۔ لیکن مصر میں رہتے ہوئے مصری اقتدار کے ماتحت رہتے ہوئے اور مصری تہذیب کے ساتھ تعلق رکھتے ہوئے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اسرائیل کا خدا پیش کیا۔ چنانچہ بار بار تورات میں یہی آتا ہے کہ بنی اسرائیل کا خدا یوں کہتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام جن کے زمانہ میں تمدن بہت پھیل چکا تھا۔ یورپ اور ایشیا آپس میں مخلوط ہو چکے تھے۔ وہ بھی یہی کہتے رہے کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ باوجود دنیا میں اتحاد پیدا ہو جانے کے

حضرت مسیح علیہ السلام

قومی نظریہ سے اوپر نہیں جا سکے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ باقی لوگ خدا تعالےٰ کی مخلوق نہیں۔ وہ یہ بھی خیال نہیں کرتے تھے۔ کہ بنی اسرائیل کے علاوہ باقی مخلوق کا اَور خدا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی سمجھتے تھے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ باقی مخلوق بھی خدا تعالےٰ کی مخلوق ہے۔ اور خدا بنی اسرائیل کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بھی خدا ہے مگر باوجود اس کے موسوی نظریہ کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہی نظریہ پیش کیا کہ بنی اسرائیل خاص طور پر خدا تعالےٰ کے بیٹے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے خاص طور پر بنی اسرائیل کا باپ ہے۔ باقی لوگ خدا تعالےٰ کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ ان کا سوتیلا باپ ہے۔ اس کے مقابل پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ آپ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے بہت پیچھے تھا وہ باقی دنیا سے بہت کٹا ہوا تھا۔

پہلی دفعہ یہ نظریہ پیش کیا

کہ تمام قومیں خدا تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔ اور خدا تمام قوموں کا خدا ہے اور یکساں خدا ہے آپ نے فرمایا بے شک عرب قوم میری پہلی مخاطب ہے۔ اور میں اسی میں پیدا ہوا ہوں مگر میں صرف اسی قوم کی بہبودی کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ بعثت الی الاسود والابیض والاحمر والاصفر۔ میں تمام سیاہ سفید سرخ اور زرد قوموں کی بہبودی کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں کوئی چینی ہو یا افریقن۔ انگریز ہو یا امریکن ہندوستانی ہو یا جاپانی ان ساروں کے لئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ کے حکم سے آپ فرماتے ہیں۔ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ یعنی یہ نہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں ہی یہ دعوےٰ کیا ہے کہ میں ساری دنیا سے تعلق رکھتا ہوں۔ اور میری زندگی اسی کی بہتری کے لئے صرف ہو رہی ہے۔ بلکہ پہلے نبیوں پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں مجھے انہیں بھی دور کرنا ہے۔ گویا یہ چیز خدا تعالےٰ کو آج ہی نہیں سوجھی کہ سب مخلوق اسی کی ہے۔ بلکہ پہلے بھی مختلف انبیاء

مختلف قوموں کی طرف

مبعوث ہوتے رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ان کی ہدایت کا سامان پیدا کرتا رہا ہے۔ دراصل بنی اسرائیل کا یہ ایک محاورہ تھا کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں۔ ورنہ وہ یہی سمجھتے تھے کہ خدا سب کا خدا ہے۔ نہ خدا تعالےٰ نے کسی وقت اپنے بندوں کو بھلایا۔ اور نہ بندوں نے خدا تعالےٰ کی خدائی سے انکار کیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ محض الزامات ہیں جو پہلے نبیوں پر عائد کئے گئے ہیں ورنہ انہوں نے خدا تعالےٰ کو رب العالمین کی صورت میں پیش کیا ہے۔ مگر اس حقیقت کے باوجود

اس امر سے بھی انکار نہیں کیا سکتا

کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام زندہ رہے مگر بنی اسرائیل کے لئے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ رہے مگر اپنی قوم کے لئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ رہے مگر فلسطینیوں کے لئے۔ حضرت نوح علیہ السلام زندہ رہے مگر عراقیوں کے لئے۔ حضرت کرشن اور حضرت رام چندر علیہما السلام زندہ رہے مگر ہندوستانیوں کے لئے انہوں نے تکالیف اٹھائیں مصائب برداشت کیں مگر صرف بنی اسرائیل کے لئے یا صرف فلسطینیوں کے لئے یا صرف عراقیوں کے لئے یا صرف ہندوستانیوں کے لئے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ خدا تعالےٰ کے حکم سے فرماتے ہیں۔

قل ان صلاتی ونسکی
ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین

یہ اگر تکالیف اٹھا رہا ہوں تو صرف ایک قوم کے لئے نہیں۔ بے شک میں عرب قوم میں پیدا ہوا ہوں۔ اور وہ میری پہلی مخاطب ہے۔ لیکن

میرے دکھ اور مصائب

ساری دنیا کے لئے ہیں۔ اور یہ ایک قوم کے لئے ہو بھی کس طرح سکتے ہیں۔ میں نے تو اپنی زندگی خدا تعالےٰ کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ اور ایسے خدا کے لئے وقف کی ہوئی ہے جو رب العٰلمین یعنی سب جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ میں صرف عرب قوم کا لیڈر نہیں ہوں میں تو خدا تعالےٰ کا جو رب العالمین ہے بندہ ہوں۔ اس کی خاطر میں نے اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ وہ اگر رب العٰلمین ہے۔ وہ اگر سب جہانوں کی ربوبیت کرتا ہے تو اس کا خادم ہونے کی حیثیت سے میری تکالیف اور دکھ کسی خاص قوم کے ساتھ کیوں مختص ہوں جس شخص کے دو بیٹے ہوں اس کا خادم دونوں بیٹوں کی خدمت کرے گا لیکن اگر تم نوکر نہیں ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے دوست بن جاؤ۔ دوسرے سے کسی قسم کے تعلقات نہ رکھو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے دو بیٹے ہوتے ہیں ایک شخص کے ان میں سے ایک کے ساتھ گہرے تعلقات ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے دوسرے بھائی کے ساتھ اس کے عام

رواداری اور ہمدردی

کے بھی تعلقات نہیں ہوتے۔ لیکن نوکر ایسا نہیں کر سکتا اسے دونوں کی خدمت کرنی ہوگی۔ دونوں سے وفاداری کا سلوک کرنا پڑے گا۔ ہمسایہ ایسا کر سکتا ہے غیر نوکر ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن نوکر ایسا نہیں کر سکتا۔ پس

قل ان صلاتی ونسکی
ومحیای ومماتی للہ رب
العالمین۔

کہہ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں نے خدا تعالےٰ کو رب العالمین سمجھ کر مانا ہے۔ اور جب میں نے اسے رب العٰلمین سمجھ کر مانا ہے۔ تو اس کی جتنی بھی مخلوق ہے ساری کی خاطر مجھے اپنے اوپر تکالیف وارد کرنی پڑیں گی۔ اسی وجہ سے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

میں کثرت سے یہ چیز پائی جاتی ہے کہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ مگر حضرت موسےٰ علیہ السلام کہتے ہیں فضیلت ہے حضرت مسیح علیہ السلام کہتے ہیں فضیلت ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس کسی غیر قوم کی ایک عورت آکر کہتی ہے اے استاد تو مجھے بھی اس سچائی سے حصہ دے جو تو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتی کہ تو میرے لئے کوئی تکلیف اٹھا میری بہتری کے لئے کوئی قربانی کر۔ بلکہ وہ صرف اتنا کہتی ہے کہ مجھے بھی وہ باتیں سنا جو تو بنی اسرائیل کو سناتا ہے۔ لیکن اس عورت کی خاطر دکھ اور تکلیف اٹھانا تو الگ رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے ہیں۔ بیٹوں کی روٹی میں کتوں کے آگے کیسے پھینک سکتا ہوں۔ گویا بنی اسرائیل خدا تعالےٰ کے بیٹے ہیں۔ اور یہ ان کی روٹی ہے دوسری قومیں جو بمنزلہ کتوں کے ہیں۔ یہ روٹی ان کے آگے کیسے پھینک سکتا ہوں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ایسے ابتدائی زمانہ میں جبکہ ابھی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی تھی قرآن کریم کا ایک پارہ بھی پورا نازل نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آتے ہیں۔ جن میں سے کوئی یونانی ہوتا ہے جیسے سہیلؓ یا کوئی حبشہ کا ہوتا ہے جیسے بلالؓ یا کوئی آرمینیا کا ہوتا ہے اور کوئی ایران کا۔ یہ لوگ آتے ہیں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی یہ خواہش پیش کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنی تعلیم سنایئے۔ ان کے جواب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ یہ نہیں فرماتے کہ کیا کوئی شخص اپنے بیٹوں کی روٹی کتوں کے آگے بھی پھینک سکتا ہے بلکہ آپ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عرب قوم ہے ویسے ہی یہ لوگ بھی ہیں آپ فوراً انہیں اپنی تعلیم دینا شروع کر دیتے ہیں بلکہ دینی تعلیم دینا تو الگ رہا۔ یہاں تک ثابت ہے کہ دو بھائی تھے وہ عربی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے تھے یا بہت کم بول سکتے تھے۔ وہ صرف بائیبل جانتے تھے۔ وہ کسی شخص کے غلام تھے اور لوہا کوٹا کرتے تھے آپ ان دونوں بھائیوں کو اشاروں کے ساتھ تبلیغ کیا کرتے تھے۔ جب آپ وہاں سے گذرتے تو ان کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ وہ دونوں یونانی تھے اور آپ کی باتیں نہیں سمجھ سکتے تھے۔ آپ محبت کی وجہ سے وہاں کھڑے ہو جاتے اور ان کی باتیں سنتے۔ پھر آپ انہیں تبلیغ کرنے لگ جاتے۔ زبان تو وہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اشاروں سے انہیں تبلیغ کرتے۔ مثلاً اللہ کا لفظ کہہ کے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا۔ آہستہ آہستہ ان دونوں کو آپ سے اُنس ہو گیا۔ اور بالآخر وہ دونوں ایمان لے آئے۔ ایسے لوگ دس گیارہ کی تعداد میں تھے جو غیر قوموں کے تھے اور آپ پر ایمان لائے۔

جب طائف میں آپ تشریف لے گئے

تو وہاں لوگوں نے آپ سے بدسلوکی کی آپ کے ساتھ حضرت زید رضہ بھی تھے۔ آپ جب واپس لوٹے تو طائف والوں نے پتھر مار مار کے پیچھے کتے چھوڑ دیئے۔ آپ ان

لوگوں کے آگے آگے بھاگے آ رہے تھے اور زخموں سے لہولہان تھے۔ رستہ میں مکہ کے ایک شخص کا باغ تھا وہاں ذرا سستانے کے لئے آپؐ ٹھہر گئے باغ کا مالک آپؐ کا شدید دشمن تھا۔ لیکن عربوں میں ایک عجیب بات پائی جاتی ہے کہ ان پر عزیزوں کی محبت ضرور غالب رہتی ہے

یہ بات دوسری قوموں میں نہیں پائی جاتی

مذہب کے جوش میں آکر وہ سختی بھی کرتے تھے ایذائیں بھی دیتے تھے۔ لیکن بھائی کی خاطر قربانی کا احساس انہیں ضرور ہوتا تھا باغ کا مالک آپؐ کا شدید دشمن تھا۔ اور ہمیشہ آپؐ کو دکھ دیا کرتا تھا۔ اس لئے آپؐ اس کے باغ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ کنارے پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہ باغ میں آیا ہوا تھا اور چشمہ پر بیٹھا باغ کی نگرانی کر رہا تھا اس کے غلام کام کر رہے تھے۔ اس کی نظر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت زیدؓ پر پڑ گئی۔ مکہ میں یہ مشہور ہو چکا تھا کہ آپؐ طائف تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے آپؐ کے کپڑوں پر خون بھی دیکھا۔ اس شخص میں بغض اور کینہ کی وجہ سے یہ جرأت تو نہ ہوئی کہ خود پاس آتے لیکن اس نے آپؐ کی تکلیف کا احساس ضرور کیا اور یہ سمجھا کہ اس کے برادری کے بھائی پر لوگوں نے ظلم کیا ہے۔ اس نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور کہا کہ ایک تھال لاؤ۔ وہ ایک تھال لایا اور اس نے انگور کے کچھ خوشے اس میں رکھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور

حضرت زیدؓ

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ دونوں آدمی جو درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس جاؤ اور انہیں یہ انگور کھلاؤ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں کھانے پینے سے زیادہ تبلیغ کے لئے جلن رہتی تھی جو افسوس ہے کہ ہماری جماعت میں نہیں پائی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور چور تھے لیکن اُدھر یہ غلام انگور لے کر آپؐ کے پاس پہنچا اور اُدھر آپؐ کے اندر

جوش تبلیغ موجزن ہوا

آپؐ نے اس غلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ میں نینوا کا رہنے والا ہوں آپؐ نے فرمایا۔ اچھا تم میرے بھائی یونسؑ کے وطن کے ہو۔ آپؐ کا یہ فقرہ سن کر اس غلام کے کان کھڑے ہو گئے۔ کہ یہ عرب کا باشندہ ہونے کے باوجود نینوا کے رہنے والے یونس (علیہ السلام) کو اپنا بھائی تصور کرتا ہے اس کی وجہ سے اس کے اندر

آپؐ کیلئے ہمدردی پیدا ہو گئی

اس نے پوچھا آپ کا یہ کیا حال ہے۔ اور لوگوں نے آپ سے ایسا سلوک کیوں کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم تو یونسؑ کے ملک کے ہو تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مصلح دنیا میں آتے ہیں انکے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ میں نے ان لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اے نینوا کے رہنے والے میں نے انہیں اتنا ہی کہا تھا کہ تم ایک خدا کی طرف آؤ۔ اور بتوں کی پرستش نہ کرو۔ اور میں تمہیں بھی کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی باتوں پر عمل کرو۔ وہ غلام عیسائی تھا۔ دین اس کے پاس تھا ہی۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جیسے انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ بعض عورتیں آپؑ کے پاس آئیں اور انہوں نے آنسوؤں کے ساتھ آپ کے پاؤں دھونے شروع کر دیئے اور بالوں سے پاؤں پر سے مٹی صاف کی۔ اسی طرح وہ غلام بھی آپؐ کے پاؤں پر گر گیا اور اس نے آپؐ کے پاؤں سے مٹی اور خون صاف کرنا شروع کر دیا۔ جب وہ واپس گیا تو باغ والے نے پوچھا تم نے یہ کیا حرکتیں کی ہیں۔ اس شخص سے

میرے خاندانی تعلقات ہیں

اور میں جانتا ہوں کہ یہ پاگل ہے۔ اس نے غلام سے کہا نہیں یہ تو اس برادری میں سے ہے جس میں سے ہمارے نبی یونس علیہ السلام تھے۔ باغ کے مالک نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کی مگر اس کا دل گھل چکا تھا اور وہ ایمان لا چکا تھا۔ اب دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس ایک عورت آتی ہے۔ اور کہتی ہے اے استاد مجھے بھی وہ تعلیم سنا جو تو اپنی قوم کو دیتا ہے۔ مگر وہ جواب دیتے ہیں میرے پاس تیرے لئے کچھ نہیں یہ تعلیم صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے اور

بیٹوں کی روٹی کتوں کے آگے

میں کیسے پھینک سکتا ہوں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جو آپ کی قوم کا نہ تھا ایسے وقت میں آیا جب آپ زخموں سے چور تھے اور خون سے لت پت بہت دور تک دشمن کے آگے آگے بھاگے چلے آتے تھے۔ اور ایک ایسی جگہ پر آیا جو آپؐ کے دشمن کی تھی۔ اور ذرا سی تبلیغ کرنے سے بھی ایک بڑی آفت آ سکتی تھی۔ وہ تکلیف اور خود ہی نہیں کہتا کہ تم مجھے تبلیغ کرو مگر آپ خود اسے تبلیغ کرتے ہیں۔ غرض قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین میں بتا دیا گیا ہے کہ آپ کے لئے عرب اور غیر عرب دونوں برابر تھے۔ آپؐ کے دکھ اور تکالیف صرف عرب قوم کے لئے ہی نہیں تھیں بلکہ کالے گورے عربی مصری ہندوستانی سب کے لئے تھیں۔ آپ اپنی ایک ایک حرکت میں اس بات کا احساس رکھتے تھے کہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے

حضرت بلالؓ حبشی تھے

عربی زبان نہیں جانتے تھے اور عربی بولتے ہوئے وہ بہت سی غلطیاں کر جاتے تھے۔ مثلاً حبشہ کے لوگ ش کو "س" کہتے تھے۔ چنانچہ بلالؓ جب اذان دیتے ہوئے اشہد کو اسہد کہتے تو عرب لوگ ہنستے تھے۔ کیونکہ ان کے اندر قومی برتری کا خیال پایا جاتا تھا حالانکہ دوسری زبانوں کے بعض الفاظ وہ خود بھی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ مثلاً وہ روٹی کو روٹی نہیں کہہ سکتے۔ روتی کہیں گے۔ اور چوری کو جوری کہیں گے جس طرح غیر عرب عربی کے بعض الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح عرب بھی غیر زبانوں کے بعض الفاظ ادا نہیں کر سکتے لیکن

قومی برتری کے نشہ میں

وہ یہ بات سوچتے نہیں تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کے اسہد پر دوسرے لوگوں کو ہنستے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا تم

بلالؓ کی اذان پر

ہنستے ہو۔ حالانکہ جب وہ اذان دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عرش پر خوش ہوتا ہے اور تمہارے اشہد سے اس کا اسہد کہنا خدا تعالیٰ کو زیادہ پیارا لگتا ہے۔ بلالؓ حبشی تھے اور حبشی غلام سمجھے جاتے تھے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے نزدیک کوئی غیر قوم مقہور و ذلیل ہو آپؐ کے نزدیک سب قومیں یکساں طور پر خدا تعالیٰ کی مخلوق تھیں۔ آپؐ کو یونانیوں اور حبشیوں سے بھی ویسا ہی پیار تھا جیسے عربوں سے

یہی محبت تھی

جس نے ان غیر قوموں کے دلوں پر آپؐ کا وہ عشق پیدا کر دیا تھا جس کو عرب کے بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور عربوں سے بھی قریبی تعلق میں پیدا ہوئے جو دوسری عرب قوموں کو بھی حقیر اور ذلیل سمجھتا تھا۔ آپؐ کو حبشیوں سے کیا جوڑ تھا۔ اگر آپؐ سے کسی قوم یا قبیلہ کو محبت ہونی چاہئے تھی تو بنو ہاشم کو ہونی چاہیے تھی۔ آپ سے کسی کو محبت ہونی چاہیئے تھی تو قریش کو ہونی چاہیے تھی یا پھر عرب کے لوگوں کو ہونی چاہیے تھی غیر قوموں کے لوگ ہیں جن کی سلطنتوں کو آپ کے لشکروں نے پامال کر دیا تھا۔ جن کی قومی سرداری کو اسلامی سلطنت نے تباہ کر کے رکھ دیا تھا محبت ہو ہی کیسے سکتی تھی۔ انہیں تو آپؐ سے دشمنی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن واقعات کیا ہیں اس کے لئے ہم پہلے

حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم

کی اس محبت کا جائزہ لیتے ہیں جو انہیں اپنے آقا کے ساتھ تھی۔ جب آپ پکڑے گئے اور آپ کے خاص حواری پطرس کو جسے آپ نے اپنے بعد خلیفہ بھی مقرر کیا تھا۔ پولیس نے کہا تم اس کے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو معلوم ہوتا ہے تم بھی اسکے ساتھ ہو تو اس نے کہا میں اس کا مرید نہیں ہوں۔ میں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپؑ کے حواری آپ سے محبت ضرور کرتے تھے۔ بعد میں پطرس ہی روما میں صلیب پر لٹکایا گیا اور اس نے بڑی دلیری کے ساتھ موت کو قبول کیا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت اور اطاعت سے انکار نہیں کیا۔ لیکن جب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا اس وقت اس کا ایمان پختہ نہیں تھا اس وقت وہ دو چار تھپڑوں سے ڈر گیا تھا۔ مگر بعد میں اس نے صلیب کو بھی نہایت خوشی سے قبول کیا۔ بہرحال

یہ ایک نظارہ تھا

اس محبت کا جو مسیح علیہ السلام سے آپ کی قوم کو تھی اب آپ کی قوم کے مقابل میں ہم ان غلاموں کو دیکھتے ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور پھر دین کے ہو رہے۔ بلالؓ جو حبشی غلام تھا۔ اس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو محبت تھی ہم دیکھتے ہیں کہ بلالؓ پر کیا اثر تھا۔ بعض لوگوں کو ظاہری طور پر اپنے محبوب سے گہری محبت ہوتی ہے۔ لیکن حقیقتاً ان کی محبت ایک دائرہ کے اندر محدود ہوتی ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ سے جس کے حبشی غلام ہونے کی وجہ سے قریش ہی نہیں بلکہ سارے عرب نفرت کا اظہار کرتے تھے جس محبت کا اظہار کیا۔ آیا وہ ایک عام رواداری کی روح کی وجہ سے تھا یا

حقیقی محبت کا مظاہرہ تھا

اس کا جائزہ بلالؓ ہی لے سکتے ہیں۔ ہم نہیں لے سکتے۔ اس واقعہ پر ۱۳۰۰ سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ ہم اس کا کیا جائزہ

بے سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ بلالؓ نے آپؐ کی محبت کے اظہار کو کیا سمجھا یہاں یہ سوال نہیں کہ ہم سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا۔ یہاں یہ سوال نہیں کہ اس سے پہلی صدی کے لوگوں نے کیا سمجھا یہاں یہ سوال بھی نہیں کہ خود صحابہؓ نے کیا سمجھا بلکہ سوال یہ ہے کہ یہی چھوٹا سا فقرہ کہ "تم بلالؓ کے اسھد کہنے پر ہنستے ہو۔ حالانکہ اس کی اذان سن کر خدا تعالیٰ بھی عرش پر خوش ہوتا ہے وہ تمہارے اشہد سے اس کے اسہد کو زیادہ قدر کرتا ہے" یہ صرف دلجوئی اور دافع الوقتی کے لئے تھا۔ یا گہری محبت کی بنا پر تھا۔

دیکھنا یہ ہے

کہ اس فقرہ سے بلالؓ نے کیا سمجھا۔ بلالؓ نے اس فقرہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپؐ کے دل میں خواہ میں غیر قوم کا ہوں اور ایسی قوم کا ہوں جو انسانیت کے دائرہ سے باہر سمجھی جاتی ہے۔ اور غلام بنائی جاتی ہے محبت اور عشق ہے یا صرف بناوٹ کی بنا پر آپ نے ایسا کیا۔ ہم اس واقعہ سے کچھ عرصہ پیچھے چلے جاتے ہیں۔ یہی شخص جو کہتا ہے۔ مماتی للہ رب العلمین میری موت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العلمین ہے۔ فوت ہو جاتا ہے۔ نئی حکومتیں بھی بن جاتی ہیں۔ نئے افراد آگے آجاتے ہیں اور نئے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض صحابہ عرب سے سینکڑوں میل باہر نکل جاتے ہیں۔ انہی صحابہؓ میں بلالؓ بھی تھے وہ شام چلے جاتے ہیں اور دمشق جا پہنچتے ہیں۔ ایک دن کچھ لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بلالؓ اذان دیا کرتا تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ بلالؓ پھر اذان دے۔ انہوں نے بلالؓ سے کہا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ بلالؓ نے کہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد میں اذان نہیں دوں گا کیونکہ جب بھی میں اذان دینے کا ارادہ کرتا ہوں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک

میرے سامنے آجاتا ہے۔ اور میری برداشت سے یہ بات باہر ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی ان دنوں دمشق آئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ بلالؓ سے کہیں کہ وہ اذان دے۔ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ہمارا یہ ارمان ہے کہ ہم بلالؓ کی اذان سنیں اور ہم میں وہ بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں دیکھا صرف باتیں سنی ہیں ان کے دل بھی خواہش رکھتے ہیں کہ اس کی اذان سنیں جس کی اذان رسول کریم سنا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور فرمایا۔ لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ اذان دیں آپ نے فرمایا۔ آپ خلیفۂ وقت ہیں آپ کی خواہش ہے۔ تو میں اذان دے دیتا ہوں۔ لیکن میرا دل یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت بلالؓ کھڑے ہو جاتے ہیں

اور بلند آواز سے اسی رنگ میں اذان دیتے ہیں جس رنگ میں وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو یاد کر کے آپؐ کے صحابہؓ جو عرب کے باشندے تھے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور بعض کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت بلالؓ اذان دیئے چلے جاتے ہیں اور سننے والوں کے دلوں پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو یاد کر کے رقت طاری ہو جاتی ہے لیکن حضرت بلالؓ تو حبشی تھے جن سے عربوں نے خدمتیں لیں جنہیں عربوں سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔ اور نہ بھائی چارے کا تعلق تھا ہم نے دیکھنا ہے۔ کہ خود ان کے دل پر کیا اثر ہوا۔ وہ اذان ختم کرتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں اور چند منٹ بعد فوت ہو جاتے ہیں۔

یہ گواہی تھی غیر قوموں کی

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس دعوے پر کہ میرے نزدیک عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں۔ یہ گواہی تھی غیر قوموں کی جنہوں نے آپؐ کی محبت بھری آواز کو سنا اور اس کا اثر جو انہوں نے دیکھا اس نے انہیں یقین کرا دیا کہ ان کی اپنی قوم بھی ان سے وہ محبت نہیں کر سکتی۔ جو محبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان سے کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قل ان صلاتی ونسکی
ومحیای ومماتی للہ
رب العلمین۔

اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو لوگوں سے کہہ دے ہماری [illegible] پر تو اعلان کر دے ہماری تصدیق یہ کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جو رب العلمین یعنی سب جہانوں کا خدا ہے۔

مماتی کے دوسرے معنے

ظاہری موت کے ہوتے ہیں۔ پہلے معنی کے لحاظ سے تو وہ موت تھی جو انسان دکھ اور تکلیف کی شکل میں اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے۔ اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بنی نوع انسان کی خاطر جو موت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر وارد کی اس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔ کسی عام انسان کی تو کیا کسی نبی میں بھی ایسی مثال نہیں پائی جاتی۔ اب ہم موت کے دوسرے معنے لیتے ہیں۔ جو جسم سے روح کی جدائی کا نام ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ میری ظاہری موت بھی خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ لوگ مرتے ہیں اور مرتے ہوئے اپنی تکلیف اور دکھ کی وجہ سے دوسروں کا خیال نہیں کرتے کیونکہ وفات کے وقت غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے میں جس شخص کو وفات کے وقت زیادہ تکلیف ہوتی تھی میں خیال کرتی تھی کہ وہ گنہگار ہے لیکن جب میں نے آپؐ کی وفات دیکھی تو سمجھی یہ جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ آپؐ کی نزع کی حالت نہایت تکلیف دہ تھی۔ وفات کے وقت مرنے والوں کو عموماً یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اپنا کام اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو سنبھال جائیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور بیماری کی وجہ سے جب ایسی حالت کو پہنچ گئے کہ آپ کے لئے چلنا بھی مشکل ہو گیا تو ایک دن آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آئے اور صحابہؓ کو اکٹھا کیا فرمایا ہر ایک انسان آخری وقت میں کوئی نہ کوئی نصیحت کرتا ہے۔ میں بھی تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ یہ غلام بھی تمہاری طرح خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اور تمہارے بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرنا۔ اور جو شخص یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے یا انہیں اپنے برابر رکھ سکے اسے چاہیے کہ انہیں آزاد کر دے۔ لیکن جو شخص ان سے کام لینا چاہتا ہے۔ وہ انہیں اپنے برابر رکھے جو کچھ خود کھائے وہی انہیں کھلائے جو خود پہنے وہی انہیں پہننے کو دے۔ جس حالت میں وہ خود رہے اسی حالت میں انہیں بھی رکھے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کرتا۔ تو یہ تمہاری طرح خدا تعالیٰ کے بندے ہیں ان سے خدمت لینے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ پھر فرمایا۔ اے میرے صحابہؓ عورتوں پر بہت بڑا ظلم ہوتا رہا ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان کے حقوق ادا کرو۔ ہمیں گزشتہ انبیاء کے متعلق یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ کیسے فوت ہوئے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے وقت کا پتہ لگتا ہے۔ جب آپ کو صلیب پر لٹکایا گیا تو اگرچہ وہ وفات کا وقت نہیں تھا آپ نے آنکھیں کھولیں تو حضرت مریم کو رنجیدہ کھڑے دیکھا اور سمجھ لیا وہ اپنے بیٹے کے مصلوب ہو جانے کے بعد اپنے ولی اور نگران کی عدم موجودگی پر افسوس کر رہی ہے۔ آپ نے اپنے حواری مقدس سے کہا گو جذبات کی وجہ سے آپ اپنا فقرہ مکمل نہ کر سکے کہ اے مقدس یہ ہے تمہاری ماں اور اسے عورت یہ ہے تمہارا بیٹا جس کے یہ معنے تھے کہ میں مقدس پر اعتبار کرتا ہوں اور اسے تمہارا بیٹا بناتا ہوں۔ اور اے مقدس میں تم پر اعتبار کرتا ہوں اور اسے تمہاری ماں بناتا ہوں۔ یہ بڑا نیک جذبہ ہے۔ مگر اس شخص کی محبت اور بھی بالا ہے جو وفات کے وقت اپنے اعزاء و اقرباء کو بھول جائے اور

غریب اور مظلوم کی ہمدردی

میں اپنے آخری لمحے گزارے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مماتی للہ رب العلمین میری موت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ موت کے وقت اگر کسی کا آپؐ نے خیال کیا تو وہ مظلوموں مقہوروں۔ متروکوں اور ان بے بس اور بے کس لوگوں کا تھا جن کی پرورش کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

پھر عین وفات کا وقت آتا ہے۔ تو آپؐ کی زبان پر بار بار یہ کلمہ جاری ہوتا ہے۔ خدا لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا یہود اور نصاریٰ بھی موحد تھے۔ مگر ان میں سے جو قبروں کو سجدہ کرتے ہیں انہیں آپؐ نے حقارت سے دیکھا اور ان سے اظہار نفرت فرمایا۔

اس فقرے کے معنے یہ تھے

کہ اے مسلمانو! تم نے کسی کو رب العلمین نہ بنانا پھر جب موت کا وقت قریب آتا ہے اور آپؐ کی زبان مبارک بولنے سے عاجز آجاتی ہے تو اس وقت آپؐ کی زبان پر جو الفاظ جاری ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔ الی الرفیق الاعلیٰ الی الرفیق الاعلیٰ میں اب اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں جو بڑی عظمت و شان رکھنے والا ہے بے شک آپ نے یہاں رفیق کا لفظ استعمال کیا ہے مگر الاعلیٰ کا لفظ رب العلمین کی طرف اشارہ کرتا ہے رفیق کہہ کر اپنے محبت کے تعلق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میری محبت کا تقاضا ہے کہ میں اپنے اس رب کے پاس جانا چاہتا ہوں جو اصل محبوب ہے

اسی طرح احادیث میں آتا ہے

جب آپؐ کی وفات کا وقت قریب آیا

تو آپؐ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آپ کو دیا کہ آپؐ کو موت و زندگی دونوں میں اختیار دیا گیا ہے۔ آپ چاہیں تو آپ کی زندگی بڑھا دی جائے اگر چاہیں تو میرے پاس آجائیں۔ آپؐ نے فرمایا میں موت کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے زندہ رہ کر کیا کرنا ہے۔ میں نے یہاں اس لئے رہنا قبول کر لیا تھا کہ میرے سپرد ایک کام کیا گیا تھا۔ وہ کام جب میں نے ختم کر لیا تو اب میں یہاں کیوں رہوں۔

آپؐ جب خطبہ کے لئے صحابہؓ میں آ

میں تشریف لائے تو فرمایا

خدا تعالےٰ کا ایک بندہ تھا

خدا تعالےٰ نے اُسے اختیار دیا کہ چاہو تو تمہاری زندگی بڑھادی جائے اور چاہو تو تم میرے پاس آجاؤ۔ اس نے خدا تعالےٰ کے پاس جانے کو پسند کیا۔ صحابہؓ نے اسے ایک گزشتہ حکایت سمجھا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ سارے صحابہؓ خوش ہوئے کہ انہیں ایک نئی روایت مل گئی اور ایک نیا نکتہ مل گیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو روتے دیکھا تو کہا ابوبکرؓ کو کیا ہو گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ چاہو تو تم زندہ رہو۔ اور چاہو تو موت قبول کرو۔ اس میں رونے والی کیا بات ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکرؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو سمجھ لیا کہ انہوں نے بات سمجھ لی ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ مسجد کی سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں صرف ابوبکرؓ کی کھڑکی کھلی رہے۔ پھر فرمایا خدا تعالےٰ نے ابوبکرؓ کو بہت رقیق القلب بنایا ہے۔

دوسرے لوگوں کی موت اتفاقی ہوتی ہے۔

آپؐ کی وفات اتفاقی نہیں تھی

لوگوں کی موت مقدر نہیں ہوتی وہ بیمار ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں۔ آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ چاہو تو موت قبول کرو اور چاہو تو زندہ رہو۔ آپؐ نے موت کو ترجیح دی اور کہا میں نے قرآن دنیا کی تکالیف کو اس لئے برداشت کیا ہے کہ میرے سپرد ایک کام کیا گیا تھا۔ جب میں نے وہ کام ختم کر لیا ہے۔ تو اب زندہ رہ کر میں نے کیا کرنا ہے

غرض ان چاروں امور میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے جو نمونہ پیش فرمایا اس کی مثال دنیا میں اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ آپ جس طرح

اپنے ہر کمال میں یکتا اور بے نظیر

تھے اسی طرح ان قربانیوں میں بھی آپ کا کوئی ثانی اور مثیل نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام مسلمانوں کا مطاع قرار دیا ہے۔ پس آپ پر سچا ایمان رکھنے والوں کا فرض ہے کہ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

بنی نوع انسان کیلئے انتہائی قربانیوں کا مظاہرہ

کیا اسی طرح وہ بھی اپنی اپنی روحانی استعداد کے مطابق ان قربانیوں میں حصہ لیں تاکہ اللہ تعالےٰ انہیں بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب میں جگہ دے۔ اور جس طرح آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں بلکہ آپ کی امت بھی اپنی قربانیوں میں تمام امتوں سے افضل ثابت ہو (الفضل ۲۱ ۱/۶۲)

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال پر

تعزیتی مراسلات

جماعت احمدیہ لکھنؤ

اخبار بدر مجریہ ۲۵ جنوری میں بذریعہ تار تعزیتی پیغامات کے تحت نمبر ۲ پر جو تار مکرم سیٹھ بشیر احمد صاحب ابن سیٹھ خیر الدین صاحب، لکھنؤ کی طرف سے دیئے جانے کا ذکر ہے۔ اُسکے متعلق مکرم مولوی منظور احمد صاحب مبلغ لکھنؤ وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ تار جماعت لکھنؤ کی طرف سے تھی جس میں جملہ ممبران جماعت نے حضرت مرحوم رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہار تعزیت کیا تھا۔

جماعت احمدیہ کلکتہ

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ناگہانی وفات کی روح فرسا خبر سے ہم غم و الم میں ڈوب کر رہ گئے۔ اس جماعتی سانحہ عظیم پر جماعت جتنا بھی غم کرے کم ہے۔ اس قیمتی وجود کی جدائی ہم پر بہت شاق ہے مگر الہی حکم کے ماتحت اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون" انا للہ وانا الیہ راجعون" کہتے ہوئے صبر کرتے ہیں اور راضی برضائے الہی ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت میاں صاحب مرحوم کو اپنے قرب اور جوار میں نہایت اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین یا ارحم الراحمین۔

جماعت احمدیہ کلکتہ اپنے مغموم اور رنجور دل کے ساتھ اپنے پیارے آقا امام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی اور حضرت بیگم صاحبہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب مرحوم کی خدمات عالیہ میں باادب تعزیت کرتی ہے اور خاندان کے جملہ افراد سے اظہار دلی ہمدردی کرتی ہے۔

نیز جماعت کلکتہ نے حضرت موصوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جنازہ غائب بھی ادا کی۔

خاکسار محمد شمس الدین قائمقام امیر
جماعت کلکتہ

مدراس

جماعت احمدیہ مدراس کا یہ اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ کی المناک اور ناگہانی وفات پر دلی صدمہ اور گہرے حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کرتا ہے کہ وہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلےٰ مدارج عطا فرمائے۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالےٰ و افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضؓ کی وفات ایک قومی صدمہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس عظیم قومی صدمے کی تلافی کرے اور ہم سب کو صاحبزادہ صاحب مرحوم کے پاک نمونہ کی تقلید کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار
شریف احمد امینی
انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

جموں

بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت ہائے جموں جماعت ہائے کی طرف سے بخدمت محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب تعزیتی خط میں لکھتے ہیں۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات کی خبر اخبار بدر میں پڑھ کر از حد افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مرحوم کو اپنی خاص رحمت میں داخل کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

میری والدہ محترمہ عرصہ تین چار سال سے بیمار چلی آ رہی ہیں انہیں جموں ہسپتال میں بغرض علاج داخل کرایا گیا ہے۔ احباب سے عاجزانہ التجا ہے۔ والدہ صاحبہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار محمد شریف۔ منڈاشی احمدی
از بھدرواہ (کشمیر)

انتقال پُر ملال

میرے خسر محترم مولوی سید حسین صاحب ذوقی کل بتاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۶۲ء صبح ۶ بجکر ۱۵ منٹ پر بعارضہ قلب انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم احمدیت کے سچے عاشق خاندان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ تبلیغ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ تقریر و تحریر میں غیر معمولی لطافت تھی۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ ان کی خاص یادگار مرحوم کی تصنیف شاہنامہ احمدیت ہے۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر بھی تقریباً (۶۲) سال تھی اپنی اولاد میں ۵ لڑکے اور ۴ لڑکیاں یادگار چھوڑے ہیں سب سے بڑے فرزند میر احمد صادق صاحب ایم۔ اے ہیں اور باقی زیر تعلیم ہیں۔

صحابہ مسیح موعود علیہ السلام و درویشان قادیان و بزرگان ملت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالےٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور بلندی درجات کے ساتھ اعلیٰ علیین میں عطا فرمائے۔ اور اس جانکاہ صدمہ سے جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار محمد صادق
رکن مجلس خدام الاحمدیہ حیدر آباد

ایک احمدی نوجوان کی افسوسناک وفات

خاکسار شیخ قمر علی و ہیرا پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کرڈاپلی منگوریہ کا داماد عزیز محمد منصور جو گزشتہ ۱۷ جنوری ملازمت کے خیال سے راج آٹھ گڑھ سٹیشن گئے لیکن وہاں کسی نامعلوم وجہ سے اچانک خون کی قے ہونے شروع ہو گئے جس سے وہ نڈھال ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ ڈاکٹری علاج کوئی فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے بذریعہ ٹرک ان کو گھر واپس لایا گیا۔ اور حالت نازک صورت اختیار کر گئی۔ لیکن آہ عزیز موصوف کی روح ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر بے ہوشی کے عالم میں پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت نیک بخت اور صالح نوجوان تھا۔

احباب کرام عزیز مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ نیز جنازہ غائب بھی پڑھنے کی مہربانی فرمائیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور تین چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

خاکسار
شیخ قمر علی و ہیرا احمدی
پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کرڈاپلی
اڑیسہ

خلافتِ احمدیہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے واضح ارشادات

اہلِ "پیغام" اور "سبط نور" کے لئے لمحۂ فکریہ

(از مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب فانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ)

ذیل کا مضمون ویسے بھی موصول ہوا تھا مگر افسوس کہ جلد شریکِ اشاعت نہ ہو سکا۔ اگرچہ اس وقت غیر معمولی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے تاہم اس کا افادی پہلو اپنی جگہ پر قائم ہے — (ادارہ)

○

عبث ہے باغِ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولا کی تقدیریں

اخبار پیغام صلح مجریہ ۸ فروری ۱۹۶۱ء میں "قادیانی خلافت کی دیوارِ گریہ" کے عنوان سے ایک دلآزار مضمون شائع ہوا تھا۔ پڑھ کر حد درجہ روحانی تکلیف ہوئی۔ خیال آیا کہ پیغام صلح کے منافقت بھرے تقریری حملوں کا مدلل اور معقول جواب دیتے ہوئے متلاشیانِ حق و صداقت کے سامنے پیغامیت کے سراب کی حقیقت بیان کروں۔ مگر افسوس کہ میں "سبط نور" کی ترکیب سے کسی قدر تشویش و تذبذب میں پڑ گیا کہ نہ معلوم اس فرضی اسم کا مسمّی کون ہے۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے سبط نور کے معنے اولادِ نور ہی بنتے ہیں۔ اس لحاظ سے مضمون نگار کا حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کا شبہ ہونا لازمی امر تھا۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ میں اس نام کے ساتھ حضرت ممدوح سے زیادہ اور کسی دوسرے کو اس قدر شہرت حاصل نہیں۔ لیکن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے نوٹ سے اس کا ازالہ ہو گیا۔ جب کہ مولوی عبد المنان صاحب کے خط محررہ ۱۰ ۱۱/۶۱ مطبوعہ اخبار بدر مجریہ ۹ ۱۱/۶۱ سے عیاں ہے کہ انہوں نے بھی اس ناپاک مضمون سے کلیتاً اپنی بریت کا اعلان کیا ہے۔

بہرحال قطع نظر اس کے کہ "سبط نور" کے پردہ کے پیچھے کون ذات شریف ہے محض احقاقِ حق کی غرض سے ذیل کی چند سطور میں ہم بعض ضروری باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جماعت احمدیہ کے اکابر اور عمائدین سلسلہ نے متفقہ طور پر حضرت حاجی الحرمین الشریفین مولانا مولوی نور الدین صاحب رضؓ کو خلیفۃ المسیح قبول کر کے تمام جماعت کی زمام اُن کے دستِ مبارک میں دی۔ چنانچہ آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ بفضلہ تعالیٰ ترقی کی طرف بڑھتی گئی۔ حضرت حاجی الحرمین مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ ہی کی بلند شخصیت کے ہاتھ پر جماعت احمدیہ نے بالاتفاق خلافت کی بیعت کی۔ حضور ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایسے عظیم نظام کی بنیاد ڈالی کہ اپنے عملی نمونہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مثیل قرار پائے۔

اب غور فرمایئے کہ جو لوگ آپ کے چھ سالہ دورِ خلافت میں نہ صرف آپ کو مسندِ خلافت کا مستحق قرار دیتے رہے بلکہ اپنے عمل سے سلسلہ خلافت کا بھی اعتراف کر چکے۔ کچھ عرصہ بعد سرے سے خلافت ہی کے منکر ہو بیٹھے۔

واقعات بتاتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے خلافتِ ثانیہ کے آغاز میں بیعتِ خلافت سے انحراف کیا۔ درحقیقت حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں درپردہ جماعت میں انتشار پیدا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے رہے بلکہ حضرت خلیفہ اوّل کی خداداد خلافت کو تسلیم کرنے کے باوجود بعض اوقات مذموم نکتہ چینیوں سے باز نہیں آئے۔ اور پھر ان کی منافقانہ کارروائیوں کے مقابل پر حضرت خلیفہ اول رضؓ کی طرف سے بالکل شگفتہ تنبیہات و ارشادات بصورتِ نصائح اور جرأت مندانہ انسدادی اقدامات جو عمل میں آئے ہیں وہ ان لوگوں کے باغیانہ طرزِ عمل کے آئینہ دار ہیں۔

میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ معترضین کو ان تمام ابتدائی واقعات سے آگاہ کروں۔ جس کے نتیجہ میں یہ واضح ہو کہ خلافت سے منکر ہونا احمدیت سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے۔ وباللّٰہ التوفیق

غیر مبائعین کے سابق امیر مولوی محمد علی صاحب خلافتِ الٰہیہ کی مخالفت میں اپنے ابتدائی منشور کو از سرِ نو اُجاگر کرنے کی نیت سے اپنے زمرہ بیانات کا اجمال پیغام صلح مجریہ ۱۸ اگست ۱۹۳۷ء میں ان الفاظ سے اعادہ کرتے ہیں کہ:۔

"جس چیز کو خلافت کا بلند نام دیا جاتا ہے۔ اسے ہم پہلے دن سے ہی بدترین قسم کی پیر پرستی سمجھتے اور کہتے رہے ہیں...
... خلافت کا مسئلہ قادیان کا مرکزی مسئلہ ہے۔"

دنیا جانتی ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خلافت کا پہلا دن ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کا دن ہے جبکہ باتفاق رائے جماعت نے حضرت مولینا نور الدین رضؓ صاحب کو خلیفۃ المسیح تسلیم کر کے اُن کے دستِ مبارک پہ محمدؐ نبی کے نام پر بیعت کی اور پھر ان کی ہی اقتدا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھا۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے بھی بیعت کر کے حضور رضؓ کو خلیفۃ المسیح قبول کیا مگر نزدیک کے واقعات نے ان کے پوشیدہ ارادوں کو واشگاف کر کے ثابت کر دیا کہ ان لوگوں کی بیعت خلوصِ نیت سے نہیں تھی بلکہ پہلے دن ہی سے یہ لوگ اقتدار کی ہوس میں خلافت کو پریذیڈنٹی میں بدل دینے کے درپے تھے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر ان کا بیعت کرنا محض رسمی اور دفع الوقتی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر مشیتِ ایزدی نے ان لوگوں کے ارادوں کو پروان نہیں چڑھنے دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مولوی محمد علی صاحب یا اُن کے رفقاء کو دعویٰ کمزور رکھتے ہوئے اس قسم کا خیال رکھنا جائز تھا؟ اگر وہ اپنے مذموم عقیدہ کی صورت میں خلافت کو نری پیر پرستی ہی سمجھتے تھے تو پھر انہوں نے اہلِ تشیع کی طرح تقیہ کر کے منافقانہ رویہ کیوں اختیار کیا؟ اور پھر طرّہ یہ کہ کچھ عرصہ کے بعد جب ان کی فتنہ آلود کارروائیوں کی اطلاع بارگاہِ خلافت تک پہونچی تو خلیفۂ وقت کی شدید ڈانٹ پڑنے پر انتہائی شرمندگی محسوس کر کے اپنی بیعت کا اعادہ بھی کیا۔ اگر ان کے نزدیک واقعہ میں خلافت پیر پرستی اور ناواجب عمل تھی تو انہیں اسی وقت بغیر کسی توقف کے علی الاعلان خلافت سے علیحدگی اختیار کر لینا چاہیئے تھی نہ کہ حضور رضؓ کی خلافت کے چھ سالہ دور کو بظاہر خلافت سے تعبیر کر کے بادلِ نخواستہ تسلیم کرنا اور بعد میں اپنے اقتدار سے محرومی کا یقین ہو جانے پر خلافت کو سرے سے ہی ناواجب عمل قرار دینا محض سادہ لوح انسانوں کو دھوکا دینا ہے۔ بایں ہمہ حقیقت شناس اس سے بخوبی واقف ہیں۔ جیسا کہ علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر نگار لکھنؤ اپنے ستمبر [illegible] کے شمارہ میں رقمطراز ہیں کہ

"اس میں شک نہیں کہ مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد بعض افراد جماعت کے قادیان سے ہٹ کر لاہور چلے گئے۔ لیکن اس کا تعلق اختلافِ عقائد سے نہیں تھا کیونکہ وہ اب بھی مرزا صاحب کو ظلی نبی و مہبطِ وحی یقین کرتے ہیں بلکہ اس کے اسباب کچھ اور تھے جو حصولِ سیادت اور تفوق کے جذبہ سے وابستہ تھے۔"

چنانچہ یہ حقیقت ہے جو صاحبِ نگار نے رقم فرمائی ہے جس کا مفہوم یہی خیال و بیان ہے کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے محض اقتدار کی ہوس میں یہ فتنہ برپا کر دیا تھا جس کو دانشمند حضرات نے [illegible] محسوس کیا اور کرتے بھی ہیں۔

اس ضمنی گفتگو کے بعد میں پھر اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ غیر مبائعین بھی بظاہر سیدنا حضرت مولینا نور الدین صاحب رضؓ کو خلیفۃ المسیح اور قرآن مجید کا بہترین مفسر مانتے ہیں مگر اُن کے امیر صاحب نے محض عداوتِ محمود میں ان پر بھی نہایت دلآزار حملے کئے ہیں چنانچہ مولانا محمد علی صاحب اس سوال کے جواب میں کہ

"کیا خلیفۃ اللہ معزول کیا جا سکتا ہے" فرماتے ہیں کہ

الف۔ "میرے نزدیک یہ بڑی جرأت ہے کہ ایک شخص کو خود اپنا سردار یا امیر یا خلیفہ منتخب کیا جاوے اور اُسے پھر خلیفۃ اللہ کہا جاوے۔ کیا حضرت ابوبکرؓ خلیفۃ اللہ کہلاتے تھے؟"

ب۔ "جسے لوگ اپنا خلیفہ بنائیں تو یہ کہنا کہ وہ پھر خلافت سے دستبردار نہیں ہو سکتا اور نہ معزول ہو سکتا ہے انتہاء درجہ کی جرأت ہے۔"

ج۔ "یہ باتیں شرک کی آمیزش اپنے اندر رکھتی ہیں اور صرف ان لوگوں کے منہ سے نکل سکتی ہیں جن کی ذہنیت پیر پرستی کی حد تک پہنچ چکی ہو۔"

د۔ "جنہیں خلیفہ بنانے کا اختیار ہے انہیں اسے ہٹانے کا بھی اختیار ہے۔"

(پیغام صلح ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء)

اب ایک طرف مولوی محمد علی صاحب مرحوم کے یہ الفاظ رکھیے اور

دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مندرجہ ذیل بیانات کو ملاحظہ فرمایئے جو حضور علیہ الرحمۃ نے اپنے دورِ خلافت میں سنہ ۱۹۱۲ء میں لاہوری پارٹی کی بلڈنگ میں ارشاد فرماتے ہیں حضور فرماتے ہیں:۔

"جس طرح آدمؑ و داؤدؑ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھکو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔"
(بدر ۴ رجولائی سنہ ۱۹۱۲ء)

جس طرح آدمؑ کو خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے

جائے حیرت ہے کہ جس گروہ کو ان کے ناپاک خیالات سے سیدنا نورالدین رضؓ نے روکنا چاہا تھا وہ گروہ آج بھی اسی بات پر مصر ہے بلکہ "جھوٹ اور موجب ہلاکت" ہونے کی تنبیہہ بھی محسوس نہیں کرتے۔ ایک حقیقت پسند انسان حضورؓ کے مندرجہ بالا بیانات کو سنکر محسوس کر سکتا ہے کہ واقعہ میں انتہائی بےرحمی اور ناسپاسی کے ساتھ محض خلیفۃ اللہ ہونے کی وجہ سے ہی حضورؓ کو ستایا گیا ہے بلکہ نہایت ہی المناک حالات سے دوچار ہونا پڑا تبھی تو حضورؓ کی زبان مبارک سے ایسے زوردار الفاظ نکلے ہیں تا عقدہ انکار خلافت یا عزلِ خلافت کے شیدایان ہمیشہ کے لئے متنبہ ہوں مگر افسوس کہ ان ہوس کے بندوں پر ان تنبیہات کا چنداں اثر نہ ہوا!! تاہم بہادر مثیل ابوبکرؓ کی خداداد قوت و استقلال کے مقابلہ پر انہیں ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی اور انشاء اللہ آئندہ بھی اسی طرح تشنۂ تمنا رہیں گے۔ کاش پیغامی دوست اسی نقطہ پر غور کرتے کہ جن اولوالعزم انسانؓ کے حق حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں سے

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

دنیاوی اقتدار کو لات مار کر بلا چون و چرا ان کی خداداد مسند خلافت کے منحرف رہتے۔ اس کے برعکس اہل پیغام نے حضور علیہ الرحمۃ کے خلاف جن ناپاک حرکات کا ثبوت دیا وہ اس سے ظاہر ہے کہ آپؓ نے اُن کے اخبار پیغام صلح کو پیغام جنگ سے یاد فرمایا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اسی طرح ایک اور موقعہ پر جب حضور کو ان لوگوں کی دلآزار حرکات کا علم ہوا اور فروری میٹنگ میں جو نماز کا وقت آیا تو حضورؓ مسجد مبارک میں نماز پڑھانے لگے اور سورہ البروج کی تلاوت کرتے ہوئے آیہ کریمہ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَ لَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ کی تلاوت اس دردبھرے انداز میں فرمائی کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اس کے بعد مخالفین سے خلافت کا جھگڑا چکانے کے لئے مسجد مبارک کے پرانے حصہ کی طرف تشریف لے جاتے ہوئے درد بھری آواز میں فرمایا:۔

"میں تمہاری بنائی ہوئی مسجد میں کھڑا بھی نہیں ہوتا"

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور والے کمرہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔

غور کریں کہ اس قسم کے تاثرات کس طرح کے سلوک کے آئینہ دار ہیں جس سے ایک نہایت درجہ رحیم و کریم انسان بھی پریشان ہوا تھا!!

واقعات شاہد ہیں۔ حضور علیہ الرحمۃ کے ارشادات سلسلہ کے لٹریچر میں محفوظ ہیں آنے والی نسلیں اس لٹریچر کو پڑھ کر منکرین خلافت پر اسی طرح افسوس کریں گی جس طرح سے مسلمانوں کی اکثریت ... ہم اسی سال سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے منکرین پر افسوس کرتی ہے مگر آفرین و مرحبا ہے حضور علیہ الرحمۃ کے جذبہ استقلال پر کہ اپنے چھ سات سالہ دورِ خلافت میں جہاں لاہوری پارٹی "عزلِ خلافت" کا بار بار تکرار کرتی رہی تو حضورؓ نے بھی بفضل ایزدی اس سلسلۂ خلافت کو اور بھی مستحکم اور پُر شوکت بنانے میں ہمت مردانہ کا زندہ و جاوید ثبوت دیا اور اس طرح سے لَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا کی آیت پر مہر تصدیق ثبت کر کے دکھا دی۔ پس حضورؓ کا اپنی زندگی میں اس بات کا بار بار اعادہ کرنا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور جسے خدا خلیفہ بناتا ہے اُسے کوئی معزول نہیں کر سکتا انہی آنے والے خدشات کی پیش بندی تھی حتیٰ کہ مرض الموت میں بھی حضورؓ نے یہی تلقین فرمائی کہ

"خلیفہ اللہ ہی بناتا ہے میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا"
(پیغام صلح ۲۴ر فروری سنہ ۱۹۱۴ء)

ماسوا اس کے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں خلافت کے سنہری اصولوں کی عظمت و توقیر اور اُس کی پیروی کی ہدایات نہایت واضح طریق پر بیان فرما چکے ہیں۔ مثلاً آپؓ نے فرمایا:۔

(۱) "جس طرح ابوبکرؓ و عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی طرح مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔۔۔۔ پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کام میں روک ڈالے"۔
(بدر ۱۱ رجولائی سنہ ۱۹۱۲ء)

(۲) اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خلیفہ بنایا رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں مگر کیا تم نہیں دیکھتے کہ کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے"۔ (بدر ۴ رجولائی سنہ ۱۹۱۲ء)

(۳) یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اس سے توبہ کر لو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو"۔ (بدر ۴ رجولائی سنہ ۱۹۱۲ء)

نہ صرف یہ بلکہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ہم خیال جب انتشار کی ہوس میں حضرت خلیفہ اول رضؓ سے خود بدو الجھنے کی تیاری کرنے لگے تو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ کو بھی للکار کر یہ اعلان کرنا پڑا کہ

"خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ اٹھا نہیں سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کر دے گا۔ تم نے میرے ہاتھ پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو"۔
(بدر ۱۱ رجولائی سنہ ۱۹۱۲ء)

مندرجہ بالا اقتباسات کسی مزید تشریح و توضیح کے محتاج نہیں دربارِ خلافت کے ارشادات اہلِ پیغام کے طریق عمل کو پرکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ آخر ان کی طرف سے پے در پے ایسی حرکات سرزد ہوتی تھیں جن کا باعث آپ کو ایسے جلالی خطبات دینے پڑے!! کاش تحلی بالطبع ہو کر ان پر غور کیا جائے اور اپنی عاقبت کو خراب ہونے سے بچا لیا جائے!!

اس کے برعکس جماعت احمدیہ قادیان حضرت نورالدین اعظم رضؓ کی منشاء کے مطابق اُن کے ارشادات کی پیروی میں سلسلہ خلافت سے مستقل طور پر وابستگی اختیار کئے ہوئے ہے بلکہ حضور رضؓ کو جو اپنی زندگی میں دن رات کی فکر لگی رہتی تھی کہ آئندہ کے لئے خلافت کس طرح چلے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ العزیز کی برحق خلافت کے ذریعہ حل پیدا فرما دیا۔ چنانچہ حضور کی قیادت میں جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے غیبی افضال و برکات کی وارث بن کر روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بھی حضرت مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی فکر اور توجہ کا نتیجہ ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحبؑ کے بعد کیا ہو گی اس لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے حضرت صاحبؑ کے اقارب میں اس وقت تک تین آدمی ہیں اوّل میاں محمود وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی ہے اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات بھی ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت صاحب کے ادب کا مقام ہیں تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں"۔

پھر فرمایا۔ قریباً:۔

"جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کسی کو منتخب کر لو اور میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں"۔
(تقریر حضرت خلیفہ اوّل منقول از اخبار الحکم جوبلی نمبر)

پس غور کا مقام ہے کہ انتخاب میں ساری جماعت کی جس پر نظر پڑی وہ

نورالدین علیہ الرحمۃ تھے

اور حضرت نورالدین علیہ الرحمۃ کی نظر جس انسان پر پڑی سو وہ

محمود ایدہ اللہ الودود تھا

جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ سے روایت ہے کہ "ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو دیکھا کہ جب میاں محمود احمد صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے

"میاں تم مجھ کو بہت ہی پیارے ہو"

بلکہ بعض دفعہ خلیفہ اول یہ بھی فرماتے کہ

"میاں جب قرآن کریم کا سبق
پڑھتے ہیں تو بہت سی آیات مجھے
حل ہو جاتی ہیں یعنی باریکیوں
کو یہ پہنچ جاتے ہیں میرا واہمہ
بھی وہاں تک نہیں پہنچتا۔"
(منقول از الحکم جوبلی نمبر)

حضور رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ "میاں محمود کے قرآن پڑھنے سے مجھے بہت سی آیات حل ہو جاتی ہیں" اظہر من الشمس ہے۔ دنیا دیکھ چکی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تالیف منیف "تفسیر کبیر" میں مذکور حقائق و معارف قرآنیہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان اشعار کی حقیقت کتنی نمایاں ہو رہی ہے کہ ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں حضرت نور الدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب محمود ایدہ اللہ کو محل آیات و صاحب ادراک تسلیم کیا وہاں حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی جو کہ حضرت اقدس کے مشہور صحابی تھے کی روایت سے یہ بھی بیان ہوتا ہے کہ وہ ان منکرین خلافت سے کسی آیت کی تفسیر تک ابھی برداشت نہیں کی۔ چنانچہ مرقوم فرماتے ہیں کہ

"اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج
دیکھو تو اس کی استقامت کی
دعا سے کوشش کرو۔ مگر یہ
گمان نہ کرو کہ تم مجھ بڈھے کو
آیت یا حدیث یا مرزا صاحب
کے کسی قول کے معنے سمجھا دو
گے۔"
(بیان بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی
مندرجہ الحکم جوبلی نمبر)

پس ان حالات میں پیغام صلح کی خوش فہمیاں دانش مندوں کے نزدیک لایعنی ہیں۔ خدا تعالے نے ہر شخص کو عقل کی نعمت سے نوازا ہے۔

میں نے بارہا غیر مبائع دوستوں کے سامنے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے یہی اقتباسات پیش کرتے یہ استفسار کیا کہ خلیفہ اول کی بیعت کرنے کے بعد اُن کے احکام کی تعمیل سے انحراف کرنا یا آئندہ خلافت کا مذاق اڑانا احمدیت کے کس دستور کا مقتضی ہے؟ تو بیچارے لاجواب ہو کر رہ جاتے ہیں

الغرض مندرجہ بالا اقتباسات و تبصرہ کی روشنی میں غیر مبائعین کے علاوہ پیغامیوں کے مصنوعی سبط نود کے لئے بھی بہت خفگی کے اسباب موجود ہیں۔ اگر بقول سیدنا حضرت نور الدین خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ "خلافت" سوڈا واٹر کی دکان نہیں بلکہ خالص خدا تعالے کی عنایت و فضل ہے۔ تو اس موہبت کے ظلِ عاطفت سے کنارہ کش ہو کر نفسیاتی اغراض کے لئے [illegible] ہی ہلاکت ہے۔ جو کہ سلب ایمان کا زینہ اول ہے۔ لہٰذا ایسے خیالات و اوہام سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ خلافت کے بلند مقام اور اس کی عظمت کو سمجھتے ہوئے اس پر اپنی تمام خواہشات کو قربان کر دیا جائے تا خدا کی رضا حاصل ہو۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مرادِ ما نصیحت بود و گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

خاکسار (خواجہ) محمد صدیق نانی ممدور
جماعت احمدیہ پونچھ

بمبئی کا یوم جمہوریت

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

۲۶ر جنوری کو سارا ہندوستان ہی "یوم جمہوریت" کا جشن مناتا ہے۔ لیکن اس دن جوش و خروش بمبئی کے زندہ دل نوجوان دکھاتے ہیں۔ یا شہر کو بقعۂ نور بنانے کے لئے حکومت اور پبلک اداروں کی طرف سے جس فراخ حوصلگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس کی نظیر کسی دوسرے شہر میں نہیں مل سکتی

جوں جوں یہ یوم مسرت قریب آتا جاتا ہے۔ شہر کی بڑی بڑی عمارتوں کی صفائی و آراستگی شروع ہو جاتی ہے۔ اور جب جنوری کی ۲۶ تاریخ آتی ہے تو دیکھتے ہیں کہ شہر کی بڑی بڑی عمارتیں دلہن بن کر سامنے کھڑی ہیں۔ انہیں آراستہ کرنے میں تمام فنی باریکیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ ویسٹرن ریلوے کا اسٹیشن "بمبئی سنٹرل" چرچ گیٹ کا "ریلوے آفس"۔ سنٹرل ریلوے کا اسٹیشن "وکٹوریہ ٹرمینس" کارپوریشن کی بلڈنگ بنکوں کی بڑی بڑی عمارتیں۔ ہینگنگ گارڈن۔ کملا نہرو پارک۔ گیٹ وے آف انڈیا۔ میرین لائن۔ یہ بمبئی کی ایسی عمارتیں یا تفریح گاہیں ہیں جو اور دنوں میں بھی تماشائیوں کا دامنِ دل کھینچتی رہتی ہیں۔ اگر انہیں بجلی کے قمقموں کا ایک ایسا لباس پہنا دیا جائے۔ جس پر برقی حکمت سے کام لے کر طرح طرح کے دلفریب نقشے اور مناظر بنائے گئے ہوں تو پھر ان کی دلکشی کا کیا عالم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنوری کی چھبیسویں تاریخ آتی ہے تو بمبئی کے زندہ دل باشندے دیوانہ وار اپنے اپنے گھروں سے نکل آتے ہیں۔ ہزار دو ہزار نہیں بلکہ لگ بھگ دس لاکھ انسان یہ "جشن جمہوریت" دیکھنے فٹ پاتھ پر دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ نظارہ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے جب رنگ برنگ روشنی کے سائے میں لاکھوں انسان فٹ پاتھ پر مارچ کرتے جاتے ہیں۔ داہنی طرف بمبئی کی صاف ستھری اور چوڑی چوڑی سڑکیں ہوتی ہیں۔ جو اس روشنی میں آئینہ کی طرح چمکتی ہیں۔ ان سڑکوں پر گاڑیاں دوڑتی ہیں۔ ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں ہزار۔ ان راتوں میں مال ڈھونے والے ٹرکوں پر بیٹھ کر بھی گشت لگانے کی اجازت ہوتی ہے۔

خدا جانے ان دنوں اتنے ٹرک کہاں سے آ جاتے ہیں۔ خاص شہر بمبئی میں تیس ہزار کے لگ بھگ ٹرک ہیں شاید لوگ باہر سے بھی ٹرک اکٹھے کر لیتے ہیں۔ اور سڑکوں پر نہایت تیزی سے دوڑاتے ہوئے نکلتے ہیں۔ ہر ٹرک زندہ دل جوانوں سے بھرا ہوتا ہے۔ باجا بجاتے۔ گانا گاتے اور مختلف قسم کے نعرے لگاتے ہوئے یہ سڑکوں پر گشت کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں ہر تھوڑی دیر کے بعد کوئی ڈبل اسٹوری والی بس یا ٹرام بجلی کے قمقموں سے سج دھج کر سڑک پر آتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سچ مچ کوئی "نور محل" سڑک پر کھسکتا جا رہا ہے۔ ان راتوں میں لوکل ٹرینوں کا حال عجیب ہوتا ہے ویسٹرن، سنٹرل اور ہاربر ان تینوں لائینوں پر ہر ایک منٹ کے بعد تماشائیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ٹرین گزرتی ہے [illegible] آتی ہے۔ جب یوم جمہوریہ کی خوشی میں روشنی کا لباس پہنایا جاتا ہے تو وہ سماں عجیب ہوتا ہے۔ ہر شخص کی زبان پر ہوتا ہے "وہ دیکھو" اور لوگ اس کو دیکھتے رہتے ہیں جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔

۲۵، ۲۶ اور ۲۷ر جنوری کو بمبئی پولیس کے نوجوان اور آفیسر اپنی اعلیٰ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور پبلک بھی سڑک پر چلنے کے اعلیٰ شعور کا ثبوت دیتی ہے۔ لاکھوں کا اژدحام ہوتا ہے۔ مگر ایک شخص بھی فٹ پاتھ سے اتر کر سڑک پر آنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر کسی کا قدم ڈگمگاتا ہے۔ تو فوراً پولیس کی ایک سیٹی اس کو سنبھال دیتی ہے۔ ایسا حیرت انگیز ڈسپلن ہندوستان کے کسی اور شہر میں نظر نہیں آتا۔

ابھی تک گورنمنٹ کی طرف سے اس "جشن جمہوریت" کی بڑی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ آراستگی اور سجاوٹ پر انعامات دیئے جاتے ہیں۔ پہلا، دوسرا اور تیسرا انعام۔ مستقبل کا حال اللہ کو معلوم۔

۲۶ر جنوری بھارت کی تاریخ آزادی کا "یادگاری دن" ہے۔ اسی دن ہمارا اپنا دستور مکمل ہوا اور اس کے نفاذ کا اعلان ہوا۔ جس کے بعد ہمارا ملک ایک مکمل جمہوریہ میں تبدیل ہو گیا۔ تاج برطانیہ کی برتری ختم ہو گئی۔ اس دن پر اظہار مسرت کرنا اپنا قومی و ملکی فریضہ سمجھتے ہیں۔ بمبئی کے باشندوں نے تو واقعی اس کو ایک "قومی تہوار" کا دن بنا دیا۔

امسال اس جشن جمہوریہ کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ بحری فوج کے نوجوانوں نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے جنگی جہازوں کو دیکھنے کی عام اجازت کا اعلان کر دیا۔ جنہوں نے "گوا" کو آزاد کرانے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اس دن خود نیوی کے نوجوان اپنے لانچ پر بٹھا بٹھا کر لوگوں کو ان جہازوں پر لے جاتے۔

یہ "جشن جمہوریت" کا وہ حصہ ہے۔ جس میں تمام جنتا نے نہایت جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اس دن کچھ سرکاری تقریبات بھی منعقد ہوئیں جو سرکاری ضابطے کے ماتحت تھیں۔ پبلک ان سے پورے طور پر محظوظ نہیں ہو سکتی تھی۔

اعلاناتِ نکاح

(۱) مورخہ ۱۴/۱/۶۱ کو مکرم عبد الحفیظ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ بنگلور کا نکاح وسیمہ بیگم صاحبہ بنت میر عبد الجلیل صاحب سے ایک ہزار روپیہ مہر پر

اور

(۲) مورخہ ۱۵/۱/۶۲ کو میر عطاء الرحمن صاحب ابن میر عبد الجلیل صاحب کا نکاح امۃ الحفیظ صاحبہ بنت شیخ رحمت اللہ صاحب ساکن شیموگہ سے ۱۴ تولہ زر خالص پر مکرم حکیم محمد دین صاحب مبلغ شیموگہ نے پڑھا۔ اخبار بدر کے ذریعہ تمام احباب سے ہر دو نکاحوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ایس کے اختر حسین
سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ
شیموگہ

خدام الاحمدیہ کے اعلانات

منظوری قائد:۔ مکرم سید محمد احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور کو قائد علاقائی جمشید پور و موسیٰ بنی مائنز مقرر کیا جاتا ہے۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ موسیٰ بنی مائنز کو جمشید پور کی جنرل نگرانی میں دیا جاتا ہے۔

انتخابات:۔ ۳۰ر اپریل ۱۹۶۲ء سے قبل قائدین و زعماء مقامی مجالس خدام الاحمدیہ بھارت کے انتخابات ہو کر مرکز میں پہنچ جانے چاہئیں۔ تاکہ نئے منتخب شدہ عہدہ داران یکم مئی ۱۹۶۲ء سے اپنا کام شروع کر سکیں۔ واضح رہے۔ کہ آئندہ انتخاب دو سال کے لئے ہوا کریگا

رپورٹ کارگذاری۔ فارم ماہوار رپورٹ کارگزاری پُر ہو کر مجالس کی طرف سے موصول نہیں ہوتے۔ اور مرکز مقامی مجالس کی کارروائی سے آگاہ نہیں ہوتا۔ لہذا تمام قائدین مجالس سے گزارش ہے کہ وہ فارم ماہوار رپورٹ پر ہر ماہ رپورٹ ارسال فرمایا کریں۔

شعبہ مال۔ چندہ خدام الاحمدیہ کی ادائیگی میں مجالس بہت پیچھے ہیں۔ اکثر مجالس نے تو چندہ خدام الاحمدیہ کی وصولی اور مرکز میں ترسیل کی طرف توجہ ہی نہیں دی اسلئے جملہ قائدین مقامی سے التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی مجلس میں شعبہ مال کے کام کی نگرانی کریں تاکہ مرکز مالی لحاظ سے مضبوط رہے۔

چندہ تحریک جدید۔ تحریک جدید کے نئے مالی سال یعنی ۲۸/۱۸ کا اعلان حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے جس کی اطلاع تمام جماعتوں کو ہو چکی ہے اور جماعتوں کی طرف سے وعدوں کی فہرستیں بھی آ رہی ہیں۔ اور ۱۳ر جنوری ۱۹۶۲ء کی چٹھی قائدین مجالس خدام الاحمدیہ بھارت کے نام دفتر تحریک جدید کی طرف سے بھجوائی جا چکی ہے۔ تمام مجالس کے قائدین کو چندہ تحریک جدید کے وعدہ جات لینے اور پھر وصول کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

مدرسہ احمدیہ میں طالبعلموں کی ضرورت

اور

صاحب استطاعت احباب سے مالی امداد کی تحریک

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ایڈیشنل ناظر تعلیم و تربیت قادیان

جماعت کی تبلیغی اور تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرکز سلسلہ میں "مدرسہ احمدیہ" کے نام سے دینی درسگاہ کا اجراء فرمایا تھا۔ کم و بیش نصف صدی سے یہ قابل قدر دینی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اندرون ملک میں مبلغین کی ضرورت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اس نیک کام کو جاری رکھنے کے لئے ضروری امر ہے کہ ہر سال اس مدرسہ میں طلباء معقول تعداد میں داخل ہوں جو چند سال مرکز میں قیام کر کے دینی علوم سے واقفیت حاصل کریں اور پھر ملک کے اکناف میں فریضہ تبلیغ سرانجام دیں۔

مدرسہ ہذا میں مڈل پاس طلباء داخل کئے جاتے ہیں۔ جملہ امراء و صدر صاحبان و دیگر عہدیداران جماعت سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر و تعارف میں اس قابلیت کے ہونہار طلباء اور ان کے والدین یا سرپرستوں، کو تحریک کریں کہ وہ اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔ تعلیمی سال عنقریب ختم ہونے والا ہے مناسب ہے کہ ایسے بچوں کے متعلق پہلے ہی سے اطلاع مل جائے تاکہ نئے سال کے آغاز میں مدرسہ کی پہلی جماعت میں انہیں آسانی سے داخلہ مل سکے اور مستحق طلباء صدر انجمن احمدیہ کے مقررہ وظائف سے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

نیز جماعت کے ذی ثروت احباب کو اس کار خیر میں مالی امداد کی بھی تحریک کرتا ہوں نظارت ہذا کی طرف سے اس قسم کی تحریک پہلے بھی کی گئی۔ جب پر ایک مخلص دوست نے مالی امداد کا وعدہ فرمایا ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت کے دوسرے دوست بھی اس میں حصہ لیں۔ آج کل ایک طالبعلم کا ماہوار خرچ کم و بیش پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار ہے۔ حسب حالات دوست اس سے کم و بیش بھی بطور امداد دے کر تعاونوا علی البر والتقوی کے ثواب کے مستحق بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور ہر رنگ میں بڑھ چڑھ کر دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار مرزا وسیم احمد ایڈیشنل ناظر تعلیم و تربیت قادیان

پروگرام دورہ مکرم مولوی محمد صادق صاحب ناقد فاضل انسپکٹر بیت المال

۱۰ ۲/۶۲ - تا - ۳۱ ۵/۶۲

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیداران کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی محمد صادق صاحب ناقد فاضل انسپکٹر بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق ۱۰ ۲/۶۲ تا ۳۱ ۵/۶۲ بغرض معائنہ حسابات و وصول چندہ جات دورہ کریں گے عہدیداران متعلقہ جماعتہائے احمدیہ سے توقع ہے۔ کہ وہ اس سلسلہ میں انسپکٹر صاحب موصوف سے پورا پورا تعاون کریں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی	کیفیت
قادیان	—	—	۱۰ ۲/۶۲	
ایجولی	۱۱ ۲/۶۲	۱	۱۲ —	
دہلی	۱۲ —	۲	۱۴ —	
بیجرپور	۱۵ —	۱	۱۷ —	
سانڈھن	۱۸ —	۲	۲۱ —	
صالح نگر	۲۱ —	۲	۲۴	
علی پور کھیڑہ	۲۴ —	۱	۲۶	
کانپور	۲۵ —	۲	۲ ۳/۶۲	
مودھا	۲ ۳/۶۲	۱/۲	۳ —	
مسکرا	۳ —	۱	۴ —	
راٹھ	۴ —	۱	۶ —	
چرگاؤں	۷ —	۱	۹ —	
بھکنڈہ مع گونڈہ	۱۰ —	۱	۱۲ —	
بنارس	۱۳ —	۱	۱۵ —	
پٹنہ	۱۵ —	۱	۱۷ —	
مظفر پور	۱۸	۱	۲۰ —	
مونگھیر	۲۱ —	۲	۲۴ —	
اورین	۲۴ —	۱	۲۵ —	
بیکسن	۲۵ —	۱	۲۷ —	
خانپور ملکی	۲۸ —	۲	۳۱ —	
بلاری	۳۱ —	۱	۲ ۴/۶۲	
بھاگل پور	۳ ۴/۶۲	۲	۶ —	
برہ پورہ	۶ —	۱	۷ —	
رانچی	۷ —	۱	۹ —	
جمشید پور	۱۰ —	۲	۱۳ —	
موسیٰ بنی مائنز	۱۳ —	۴	۱۸ —	
مہوکھنڈار	۱۸ —	۱	۲۰ —	
کلکتہ	۲۱ —	۶	۲۸ —	
مہوکھنڈار	۲۹ —	۱	۳۰ —	
موسیٰ بنی مائنز	۳۰ —	۲	۳ ۵/۶۲	
جمشید پور	۳ ۵/۶۲	۲	۵ —	
بھاگلپور مع برہ پورہ	۶ —	۲	۸ —	
خانپور ملکی	۸ —	۲	۱۰ —	
مونگھیر	۱۱ —	۲	۱۳ —	
لکھنؤ	۱۴ —	۱	۱۶ —	
شاہجہانپور	۱۶ —	۲	۱۸ —	
بریلی	۱۸ —	۱	۱۹ —	
سرواں نگر	۲۰ —	۱	۲۱ —	
امروہہ	۲۱ —	۱	۲۳ —	
ایجولی	۲۴ —	۱	۲۵ —	
بجنورہ	۲۶ —	۱	۲۸ —	
انبیٹہ	۲۸ —	۲	۳۰ ۵/۶۲	
قادیان	۳۱ ۵/۶۲	—	—	

خبریں

چنڈی گڑھ ۳ رفروری۔ پنجاب کے چیف الیکٹورل افسر شری اے ایل کمشیب نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا کہ پنجاب میں آئندہ عام انتخابات کے سلسلہ میں ۱۲ ہزار پولنگ سٹیشن قائم کئے جائیں گے جن کے لئے ۷۲ ہزار افسران ہوں گے۔ اور پولنگ صبح ۸ بجے سے ۵ بجے شام تک یعنی کل ۹ گھنٹوں میں مکمل ہو جائے گا۔ آپ نے اس امید کا اظہار کیا کہ بیشتر نتائج کا اعلان ۲۵ رفروری کو ہو جائے گا۔ اور پنجاب اسمبلی کی تمام ۱۵۲ سیٹوں اور لوک سبھا کی ۲۲ سیٹوں کے نتائج کا اعلان ۲۶ رفروری کی شام تک ہو جائے گا۔ پنجاب اسمبلی کی دو سیٹوں اور پارلیمنٹ کی ایک سیٹ کے کچھ حصوں میں جہاں کہ آج برف پڑی ہوئی ہے۔ پولنگ ۳ راپریل کو ہوگا۔ صوبہ میں ووٹروں کی تعداد ایک کروڑ سات لاکھ ۱۵ ہزار تین سو ۲۵ ہے آپ نے مزید کہا کہ پنجاب اسمبلی اور لوک سبھا کے چناؤ کے لئے دو کروڑ چودہ لاکھ بیلٹ پیپر چھپ رہے ہیں۔ اب وہ آئندہ دس روز تک اندر تیار ہو جائیں گے۔ ہر ایک بیلٹ پیپر دونوں بھاشاؤں ہندی اور پنجابی میں شائع ہوں گے۔ متعلقہ ووٹر کے نشان کی بھاشا اوپر ہوگی اور دوسری بھاشا نیچے ہوگی۔

حیدرآباد ۵ رفروری پردھان منتری پنڈت نہرو نے نظام کالج گراؤنڈ میں ایک لاکھ سے زائد اشخاص کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ دیش کے سامنے بنیادی کام لوگوں کے ذہنوں کو پرانی رٹ سے نکال کر جدید لائنوں پر لانا تیزی سے ترقی کرنا اور مفلوک الحالی کا خاتمہ کرنا ہے۔ اور آپ نے کہا کہ بھوکے شخص کے لئے محض سیاسی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ہم اپنے عوام کو جو صدیوں سے افلاس کے پنجے میں گرفتار رہے سیاسی آزادی کے فوائد سے مستفید بنانا چاہتے ہیں اور ہم سوشلسٹ اصولوں کی راہ پر چل کر اقتصادی آزادی کو لائیں گے۔

ہوانا (کیوبا) ۵ رفروری۔ وزیر اعظم روس مسٹر خروشچیف نے کیوبا کے وزیر اعظم ڈاکٹر کاسترو کے نام ایک پیغام میں کہا کہ بین الاقوامی رجعت پسند اور امریکہ کے سامراجی حلقے کیوبا کے خلاف ایک بار پھر سازشیں کر رہے ہیں۔ جس کا ثبوت امریکی ریاستوں کے وزرائے خارجہ کی میٹنگ سے ملتا ہے جس میں کیوبا کو ان ریاستوں کی برادری سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مسٹر خروشچیف کا یہ پیغام ہوانا میں منعقدہ بھاری پبلک جلسے میں پڑھ کر سنایا گیا۔ پیغام میں مزید کہا گیا تھا کہ کیوبا اکیلا نہیں ہے۔ لاطینی امریکہ کے ممالک اور دنیا کے باقی حصوں میں کیوبا کے لئے ہمدردی اور حمایت کی جو لہر تیزی سے پھیل رہی ہے وہ کیوبا کو امریکی سامراجیوں اور ان کے پٹھوؤں کی سازش کو ناکام بنانے میں امداد دے گی

نئی دہلی ۵ رفروری۔ آمدہ اطلاعات کے مطابق آج صبح نیوگنی میں جہاں کہ علم سیارگان کے ماہرین بھاری تعداد میں جمع تھے۔ پورا سورج گرہن دیکھا گیا۔ سورج گرہن کا نظارہ نہایت شاندار تھا ماہرین کو سورج گرہن کے دوران میں بہت زیادہ مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ جب چاند سورج کے سامنے آیا۔ اور پورا گرہن لگا تو دو ستارے منگل اور شکر صاف طور پر نظر آنے لگے آج کے گرہن جیسا گرہن پانچ سو سال میں صرف ایک بار نظر آیا ہے نیوگنی ان چند مقامات میں سے ایک تھا جہاں کہ آج صبح پورا گرہن نظر آیا۔ سورج گرہن بورنیو کے مشرقی سرے سے جزیرہ سلیمان تک اور بحر الکاہل کے بعض حصوں میں نظر آیا۔ گرہن کے وقت منگل اور تارے کے درمیان فاصلہ صرف ۱۶ ڈگری کا تھا۔ پانچ ستارے یعنی منگل۔ بدھ برہسپت۔ شکر اور شنی گرہن کے وقت سورج سے ۱۶ ڈگری کے اندر تھے۔ سیاروں کا یہ اجتماع دیکھا نہیں جا سکتا کیونکہ سورج قریب ہوتا ہے

آٹھ سیاروں کا اجتماع (بقیہ صفحہ اوّل)

لیکن ۳، ۴ اور ۵ رفروری کو جس طرح آٹھ سیاروں کا اجتماع ہو رہا ہے آسمان پر سیاروں کا ایسا اجتماع پانچ ہزار سال سے نہیں ہوا معلوم نہیں بنی آدم کے کس گناہ کی پاداش میں یہ اتنے دنوں کے بعد تباہی کا اتنا بڑا منصوبہ باندھنے اکٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجرام فلکی کی تاثیر تسلیم کی ہے۔ جبکہ مؤثر حقیقی ذات باری تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کی قدرت کاملہ اور حکمت تامہ نے ہر چیز میں بے انتہا مخفی قدرتیں بھر دی ہیں اور دنیا کی ہر شئے اپنا اپنا کام کر رہی ہے۔ اس سے ہم مریخ اور زحل کی تباہ کاری کو مانتے ہیں۔ مگر یہ کیسے مان لیں کہ سورج اور مشتری اپنی ہار مان لیں گے اور مدافعت کی قوت پیدا نہیں کریں گے۔

نئے انکشافات نجومیوں کے پرانے زائچے میں چاند سمیت صرف سات سیارے دکھلائے جاتے ہیں۔ جن کو عربی ہیئت داں "سبع سیارہ" کہتے ہیں۔ سورج کا شمار سیاروں میں نہیں ہوتا۔ یہ ثابت ہے جس کو ہندی میں تارا کہتے ہیں یہ ساتوں سیارے سورج کی اولاد کہلاتے ہیں یا نظام شمسی کے سات ممبر۔ لیکن فلکیوں کی نئی تحقیق کے مطابق چاند کوئی مستقل سیارہ نہیں بلکہ یہ زمین کا تابع ہے اور زمین کے گرد چکر لگاتا ہے۔ اور اس طرح اور بھی کئی سیارے ہیں۔ جن کے ایک سے زائد چاند ہیں۔ جیسے زحل

پہلے نجومیوں کے قول کے مطابق نظام شمسی کے صرف سات ممبر تھے مگر نئی تحقیق کے بعد ان ممبروں کی تعداد دس تک پہنچ گئی ہے۔ بلکہ خیال کیا جاتا ہے کہ دسویں سیارے کا بھی سراغ مل چکا ہے۔ اسلئے اب پرانے نجومیوں کا زائچہ مکمل نہیں کہلا سکتا نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری زمین پر صرف سات سیارے اثر انداز ہیں۔ بلکہ تین اور سیاروں یعنی یورینس۔ پلاٹو اور نیپچون کا بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑتا ہی ہوگا۔ پرانے نجومیوں نے جس طرح ان تینوں سیاروں کو ان کی برادری سے خارج کر رکھا ہے۔ نئے فلکی اب اس سلوک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اب ہمیں یہ توقع رکھنی چاہیے کہ مستقبل بعید میں یہ تینوں سیارے بھی اپنی برادری کے دوسرے ساتھیوں سے ملنے کے لئے کسی ایک ہی برج میں داخل ہوں گے۔ اور ابھی تک جو نظام شمسی میں صرف سات سیاروں کا عمل دخل مانا جاتا ہے ان کی یہ عملداری ختم ہو جائے گی۔

صبح اللہ انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

منارۃ المسیح کی سفیدی کیلئے معلومات درکار ہیں

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ قادیان

منارۃ المسیح کا شمالی مشرقی حصہ جو بالعموم سورج کے سامنے نہیں آتا بارشوں کے سبب اس حصہ کی سفیدی کم ہو گئی ہے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آنیوالے بیرونجات کے احباب نے اس کو خاص طور پر محسوس کیا ہے اسلئے مناسب سمجھا گیا ہے کہ سارے منارہ کے بیرونی حصہ کو سنگ مرمر کا پختہ سفیدی کرا دی جائے۔

سردست احباب جماعت سے صرف یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے یہاں کسی ایسی فرم یا ایسے ماہر کاریگروں کا پتہ دیں جن سے یہ کام بطریق احسن کروایا جا سکے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں کلکتہ بمبئی، حیدرآباد وغیرہما کے احباب خاص طور پر مخاطب ہیں وہ ایسے کاریگروں سے جلد اطلاع دیکر ممنون فرمائیں۔

جیسا کہ احباب جانتے ہیں کہ منارۃ المسیح کی چار منزلیں ہیں جن کی اونچائی قریباً ۱۲۰ فٹ ہے

خاکسار مرزا وسیم احمد ایڈیشنل ناظر تعلیم و تربیت قادیان

درخواست ہائے دعا

۱۔ والد محترم حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد کی صحت کچھ عرصہ بوجہ پیرانہ سالی بہت کمزور ہے اور کچھ عائلی مقدمہ کے باعث وہ بہت پریشان اور متفکر رہتے ہیں احباب جماعت سے درخواست ہے خاص توجہ اور التزام سے حضرت والد صاحب کی صحت کاملہ درازی عمر کے لئے دعا فرمائیں۔

۲۔ میری ہمشیرہ صاحبہ محترمہ ماجدہ بیگم رشید الدین احمد ان دنوں وجع المفاصل کی تکلیف ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے،

۳۔ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیری ان دنوں حیدرآباد میں بستر علالت پر ہیں اور بلڈ پریشر اور دل کا عارضہ ہے بہت م م کمزور ہو چکے ہیں سلسلہ کے مخلص خادم ہیں بلکہ بیٹے بیٹے بھی انہیں سلسلہ کی خدمت و اشاعت کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ احباب اپنے اس مخلص بھائی کو بھی اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جلد کامل شفا بخشے آمین۔ خاکسار یوسف اللہ دین آف سکندرآباد فضیل قادیان۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ!

یعنی وہ کتابچہ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے آجتک شائع ہونے والی قریباً تمام کتب اور ان کے مصنفین کے نام محفوظ کئے گئے ہیں۔ نیز ان میں سے جو جو کتب قادیان سے مل سکتی ہیں۔ ان کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔ صرف آٹھ نئے پیسے کے ٹکٹ بھیجکر مفت طلب کریں۔

المشتہر: عبدالعظیم مالک احمدیہ بک ڈپو قادیان